جو پہونچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے
محمد کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا
فیضانِ صدیق
بقیۃ السلف عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ
المتخلص بہ ثاقب کا عارفانہ منظوم کلام مع مختصر سوانح
ترتیب
حضرت مولانا احمد عبد اللہ طیب قاسمی صاحب مدظلہ
خلیفہ عارف باللہ قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ
باہتمام
مولانا حافظ مقصود احمد طاہر
بانی و ناظم جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم حیدرآباد
ناشر
جامعۃ اسلامیۃ اشاعت العلوم
این، ٹی، آر نگر، ایل، بی نگر، حیدر آباد، تلنگانہ، الہند

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اُٹھے
محمد کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا

فیضانِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

بقیۃ السلف عارف باللہ

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نورہ اللہ مرقدہ

المتخلص بہ ثاقب کا عارفانہ منظوم کلام مع مختصر سوانح

ترتیب

حضرت مولانا احمد عبداللہ طیب صاحب قاسمی مدظلہ

ناظم اشاعت الخیر چیاریٹیبل ٹرسٹ وخلیفہ حضرت باندوی نوراللہ مرقدہٗ

Cell : 9440066697

ناشر

مولانا حافظ مقصود احمد طاہر

بانی وناظم مدرسہ اشاعت العلوم، این ٹی آر نگر، ایل بی نگر، حیدرآباد اے پی ۷۴

وصدر جمعیۃ علماء ضلع رنگاریڈی

Cell: 9394032026, 9848432026

تفصیلاتِ کتاب

نام کتاب	:	فیضانِ صدیقؓ
مرتب	:	حضرت مولانا احمد عبداللہ طیب صاحب مدظلہ
کتابت	:	لؤلؤ گرافکس، مادنا پیٹ، حیدرآباد
طباعت	:	البلاغ گرافکس 9441025508
سن اشاعت	:	
باراول	:	۲۰۰۰
بارِدوم	:	۲۰۰۰
ناشر	:	مولانا حافظ مقصود احمد طاہر 9394032026, 9848432026 ناظم جامعہ اشاعت العلوم، این ٹی آر نگر، ایل بی نگر، حیدرآباد
قیمت	:	

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ اشاعت الخیر مسجد الحبیب، مقطعہ مدار، راج بھون
- ☆ مکتبہ اشاعت العلوم این ٹی آر نگر، ایل بی نگر، حیدرآباد
- ☆ دکن ٹریڈرس چارمینار، حیدرآباد
- ☆ ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، چارمینار، حیدرآباد
- ☆ مکتبہ کلیمیہ یوسفین چوراہا، نامپلی

فہرست مضامین

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

قحط الرجال کے اس دور میں عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہ کی ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت امت کے لئے نعمت عظمی سے کم نہ تھی بلکہ آیت من آیت اللہ (اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) تھی۔ اللہ نے آپ سے چند سالوں میں وہ کام لیا جو بڑی بڑی انجمنیں کئی دہوں میں بھی نہ کر پاتیں۔ آپ جہاں تشریف لے گئے وہاں اپنے نقوش چھوڑ آئے۔

آپ کے حسن اخلاق وبلند کرداری کی وجہ سے دشمن بھی دوست، مخالف بھی موافق ہوگئے۔ جہالت وتاریکی کی عمیق وادیوں میں بہت سے بھٹکنے والوں کو آپ کے ذریعہ خدا تعالی نے ہدایت ورہنمائی فرمائی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی رہی
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا دنیا سے اٹھ جانا ملت اسلامیہ کا عظیم نقصان ہے اللہ ہمیں آپ کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد آپ کی گوناگوں صفات سے متصف شخصیت کے لئے متعدد اہل علم ارباب قلم نے زندگی کے حالات اور خدمات کا تعارف کروانے کی اپنی بساط بھر کوشش کی ہے۔ تاکہ آپ کی مبارک زندگی قرطاس وقلم کی گرفت میں آکر محفوظ ہوجائے۔ اور آئندہ لوگوں کے لئے باعث سبق بنے۔

یہ رسالہ "فیضانِ صدیق" (جو عارف باللہ قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ کا عارفانہ منظوم کلام ہے اور مختصر و جامع سوانح حیات بھی) انہیں کوششوں کی ایک کڑی ہے۔

یہ رسالہ استاذ محترم حضرت مولانا احمد عبداللہ طیب صاحب مدظلہ ناظم اشاعت الخیر چیاریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد کا مرتب کردہ ہے۔ جس میں بڑی احتیاط و خوش اسلوبی سے زندگی کے حالات کا مختصر مگر جامع خاکہ، چشم دید واقعات کا تذکرہ، حضرتؒ کا عارفانہ منظوم کلام ہے۔

آپ کا شمار حضرت قاری صاحبؒ کے ممتاز و خاص تلامذہ میں ہوتا ہے۔ حضرتؒ نے آپ پر اعتماد فرماتے ہوئے اپنا مجاز بھی قرار دیا اور اپنے مدرسہ جامعہ عربیہ ہتورا کی مجلس شوریٰ کا رکن بھی بنایا۔ اللہ نے آپ کو ایک طویل عرصہ تک حضرتؒ کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے اور قریب سے دیکھنے کا خوب موقع عنایت فرمایا۔ حضرت کے وصال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے رجوع فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث نے بھی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

یہ رسالہ انشاء اللہ اہل تعلق کے لئے خصوصاً ملت اسلامیہ کے لئے عموماً موثر نشان راہ ہوگا۔

اس رسالہ کی اولین اشاعت کا شرف جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، حیدرآباد کو حاصل ہوا ہے۔ اور اب ۱۴۳۷ھ میں دوبارہ اشاعت کی سعادت بھی میسر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو قبول فرما کر اپنے اسلاف کے کردار کا حامل بنائے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔ والسلام

یکے از شاگرد حضرت والاؒ

مقصود احمد طاہر

ناظم مدرسہ اشاعت العلوم

این ٹی آر نگر، ایل بی نگر، حیدرآباد۔ ۷۴

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

زیر نظر مجموعہ ''فیضانِ صدیق'' جو درحقیقت مرشدی بقیۃ السلف عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کا عارفانہ منظوم کلام ہے جو نعتوں اور مراثی پر مشتمل ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں خالق کائنات نے گونا گوں خصوصیات سے نوازا تھا۔آپ کی شخصیت کمالات ومحاسن کا مجموعہ تھی۔ جہاں آپ کی مہمان نوازی ایثار وقربانی، منکسر المزاجی اور خدمت خلق ضرب المثل تھی وہیں علمی تعمق، تفوق بے نظیر، شعروادب کا پاکیزہ ذوق ودیگر بہت سے خصوصیات سے اللہ پاک نے نوازا تھا۔

آپ کے کلام میں بلا کی تاثیر وسحر آفرینی، سرور کونین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت، والہانہ جذبۂ عشق وعقیدت کا اظہار، امت کی اصلاح کی فکر، درد وغم عیاں ہے۔قارئین کرام خود مشاہدہ فرمائیں گے۔

افادۂ عام کی خاطر منظوم کلام سے پہلے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح بھی اس کے ساتھ شامل کی جارہی ہے۔اللہ پاک قبول فرما کر نافع بنائے وذریعہ نجات۔

احمد عبد اللہ طیب غفرلہ

ناظم اشاعت الخیر چیاریٹیبل ٹرسٹ حیدرآباد

۲۹ر رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

بقیۃ السلف عارف باللہ
حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ

نام نامی اسم گرامی	: سید صدیق احمد بن سید احمد بن سید عبدالرحمن
تاریخ ولادت	: ۱۱ر شوال ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء بروز جمعہ
تاریخ وفات	: ۲۳ر ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ر اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب عالی باکمال علمی و عملی، روحانی، حسینی سادات گھرانہ سے ہے۔ قاضی سید محمد داؤدؒ کے واسطے سے حضرت امام زین العابدینؓ سے جاملتا ہے۔ قاضی صاحب ملک عراق کے مشہور شہر واسط سے نقل مقام کر کے ہندوستان تشریف لائے تھے۔

مقام ولادت

ولادت باسعادت آبائی وطن موضع ہتورا ضلع باندہ یوپی کے قدیم مکان میں ہوئی اس گاؤں کی آبادی کا باعث خاندان کے ایک خلوت پسند مجذوب صفت بزرگ سید حسین احمدؒ بنے، اس لئے اس کا اصلی نام حسین پور ہے۔ بعد میں انہیں کی ایک کرامت کی وجہ سے ہتورا کے نام سے مشہور ومعروف ہوا۔

ہتوڑا کی وجہ تسمیہ

اس وقت جہاں یہ گاؤں آباد ہے وہاں گھنا جنگل تھا۔ ابتداء یہ بزرگ زیادہ وقت وہیں گذارتے تھے۔ گذارے کے لئے گائے بکریاں پال لی تھیں۔ پھر یہیں آباد ہو گئے رفتہ رفتہ آبادی بڑھنے لگی۔ قریب کی بستی جس کا نام دوہا ہے جس میں سب غیر مسلم آباد ہیں۔ انہیں خطرہ لگا کہ کہیں سب پر ان کا قبضہ نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے کہا کہ زمین کی تقسیم ہو جائے۔ شکل یہ تجویز کی کہ لوہا گرم کر کے ہاتھ میں لیکر جتنی دور جاسکیں وہ انہیں کی ہوگی۔ ان بزرگ نے توکلا علی اللہ اس تجویز کو قبول کر کے گرم لوہا ہاتھ میں لے کر چلنا شروع کیا دوہا بستی کے قریب تک پہنچ گئے۔

تب وہاں کے لوگ پیروں پر گر پڑے اور معافی چاہی کہ رک جایئے پھر یہی جگہ حسین پور گاؤں کی حد مقرر ہوئی۔ اس واقعہ کی وجہ سے اس بستی کا نام ہتوڑا سے مشہور ہو گیا۔

بچپن میں تنگدستی کا ماحول

حضرتؒ نے فرمایا اس وقت غربت و تنگدستی بہت عام تھی۔ آئے دن لوگوں کے گھروں میں فاقے ہوتے تھے۔ خود اپنے گھر کے متعلق فرمایا کہ بسا اوقات چراغ کے تیل کے لئے پیسے نہ ہوتے تھے میری دادی صاحبہ چاند کی روشنی میں چرخہ کاتا کرتی تھیں۔ اور والدہ ماجدہ دو پیسے میں اپنے ہاتھ سے کرتا سیا کرتی تھیں۔ اگر ایک وقت کھانے کو ہے تو دوسرے وقت فاقہ ہے۔ دونوں وقت چٹنی روٹی میسر ہو جائے تو بڑی خوش حالی سمجھی جاتی تھی۔ یہ زمانہ فقر و فاقہ کا تھا۔ والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا میری دو بہنیں جو مجھ سے عمر میں چھوٹی تھیں اسی فقر و فاقہ کے حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں ہیں۔ یہ حال صرف میرے گھر کا ہی نہیں تھا بلکہ اکثر گھرانوں کا تھا۔ آئے دن فاقے ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج کی نسبت وہ دور زیادہ اچھا تھا کہ نہ لڑائی جھگڑے، نہ فتنہ و فساد جو مل گیا کھا پی کر بسر کر لی۔ واللہ اللہ کرنے لگے جب سے مال کی فراوانی ہوئی ہے خوشحالی آئی، فتنے و فساد اپنے ساتھ لائی ہے۔

والد محترم کا وصال

ابھی حضرت کی عمر ۶۔ ۷ برس ہی کی تھی کہ والد ماجد کا بعمر ۳۵ سال وصال ہو گیا۔ حضرت کے سر سے مشفق باپ کا سایہ اٹھ گیا۔

دادا محترم کی تربیت و کفالت

اس کے بعد دادا جان نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری اپنے سرلی۔ حضرت کے دادا جان بڑے باکمال علمی ذوق رکھنے والے انتہائی عابد وزاہد، عربی وفارسی سے واقف شخص تھے۔ فن قرأت میں نمایاں مقام تھا۔ یہ حضرت قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی سے حاصل فرمایا تھا۔ نام بھی عبدالرحمن تھا۔ دادا نے حضرت کی تربیت بڑی شفقت ومحبت سے فرمائی۔

ابتدائی تعلیم بھی دادا سے پائی

ساتھ ہی ساتھ بڑی محنت وجانفشانی سے تعلیم دیتے تھے بہت مختصر سی مدت میں ناظرہ کلام پاک ختم کرادیا اور آٹھ پارے حفظ بھی کرادیئے اس وقت حضرت کی عمر ۷ سال رہی ہوگی۔

دادا کا وصال

کچھ عرصہ بعد دادا جان سخت بیمار ہوگئے اس حال میں بھی قرآن شریف پڑھاتے اور سنتے تھے۔ وصال سے قبل وصیت فرمائی کہ صدیق کی تعلیم چھڑائی نہ جائے ورنہ قیامت میں اس کا دامن پکڑونگا۔ بالآخر وہ وقت آہی گیا کہ پدری شفقت کا سایہ اٹھ جانے کے بعد دادا کے سایۂ عاطفت سے بھی محروم ہوگئے۔ غیر اختیاری طور پر حضرت کی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوتی چلی گئی۔

حفظ کی تکمیل

حفظ کلام پاک کی تکمیل تقریباً ۱۲ سال کی عمر میں اپنے مشفق استاذ ومحسن ومربی حضرت مولوی امین الدین صاحب کے پاس وطن ہی میں کی، جو حضرت کے رشتہ

میں ماموں ہوتے ہیں۔ ان کی وفات پر حضرت نے مرثیہ بھی لکھا ہے۔ یہ عربی فارسی سے واقف تھے پورے عالم نہ تھے۔

عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم

ابتدائی فارسی کی تعلیم بھی مولوی امین الدین صاحب ہی سے حاصل کی ہے۔

تحصیل علم کیلئے کانپور کا سفر

اس کے بعد تحصیل علم کے لئے حضرت مولوی امین الدین صاحب کے حکم پر ان ہی کے ہمراہ کانپور کا بڑی کسمپرسی کے عالم میں سفر کیا۔ بڑی کاوشوں کے بعد مدرسہ تکمیل العلوم میں داخلہ ہوگیا۔ لیکن کھانے کا کوئی نظم نہ تھا۔ ایک استاذ کے گھر پانی بھرنے پر ایک وقت کا کھانا ملتا تھا۔ ایک مہینہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ ہتورا سے ایک عزیز حافظ نعمت اللہ صاحب بھی پڑھنے کے لئے آگئے۔ اور حضرت کے ساتھ ہوگئے۔ کچھ ہی دن کے بعد ایک اور ساتھی آگئے وہ بھی ہمطعامی میں شریک ہوگئے۔ ایک خوراک کھانا اور کھانے والے تین نفر۔ اللہ اکبر! تحصیل علم کے لئے کیسی صعوبتیں و مشقتیں برداشت کیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اسی زمانہ میں ایسا بھی ہوا کہ بازار سے مولی کے پتے وغیرہ چن کر لے آتا اس کو صاف کر کے کھالیتا کانپور کے زمانہ قیام میں نحو میر، میزان، غنیۃ المصلی وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

پانی پت کا سفر

تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں پانی پت کا سفر کیا یہاں دو سال قیام رہا اور قدوری، ہدایۃ النحو تا شرح جامی بحث فعل تعلیم حاصل کی ساتھ ہی بڑی محنت و جانفشانی سے فن قرأت میں سبعہ عشرہ کی تکمیل حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نبیرہ حضرت مولانا

قاری عبدالرحمن صاحب محدث پانی پتیؒ سے کی۔

سہارنپور کا سفر

۱۶ سال کی عمر میں ۱۵ رشوال ۱۳۵۸ھ کو سہارنپور یوپی پہونچے۔ مظاہر علوم میں داخلہ ہوگیا۔ امتحان داخلہ مولانا سید ظہور صاحب کے پاس تھا۔ مولانا نے فارم داخلہ دیکھ کر فرمایا سید ہو؟ پھر فرمایا سید کا بچہ پڑھے اچھا یا مرے اچھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا پڑھ کر تو میں دکھاؤنگا۔ اچھی موت کی آپ دعا فرمادیجئے۔ مولانا موصوف اس جواب سے بہت خوش ہوئے...... چار سال یہاں رہ کر موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کی۔ موقوف علیہ کے سال سہ ماہی امتحان کے بعد کسی مجبوری سے گھر چلے گئے۔ تاخیر و دیگر حالات کی وجہ سے مظاہر واپس نہ آسکے تاہم مدرسہ شاہی مرادآباد میں داخل ہوکر موقوف علیہ کی کتابوں کی تکمیل کی۔

مظاہر علوم میں دوبارہ داخلہ وفراغت

۱۷ رشوال ۱۳۶۲ھ میں دوبارہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث میں داخلہ لیا۔ سہ ماہی امتحان تک حاضری وامتحان کا اندراج مظاہر علوم میں موجود ہے اس کے بعد نہیں۔ یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تکمیل کہاں سے کی۔ اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھر مظاہر واپس آکر تکمیل کی۔ (واللہ اعلم)۔

علوم وفنون کی تکمیل

ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا، چونکہ میں نے شروع ہی سے نیت کی تھی کہ مجھ کو پڑھنے کے بعد اسی میں لگنا ہے اسی جذبہ ونیت کے ساتھ ہر کتاب پڑھی تھی کہ مجھے یہ کتاب پڑھانا ہے اسی وجہ سے ہر علم وفن کی کتب فن کے ماہرین سے پڑھنے کی

کوشش کی۔ (الحمدللہ تفسیر وحدیث، فقہ ونحو، صرف میں مہارت تامہ حاصل تھی) البتہ اس زمانہ میں معقولات کی کتابیں مظاہر کی بنسبت بعض دیگر اداروں میں اچھی ہوتی تھیں اس لئے فراغت کے بعد معقولات کا علم حاصل کیا اس سلسلہ میں الہ آباد لکھنؤ، مظفر پور، بہار، دہلی، مراد آباد کا سفر کیا۔ آخر میں مدرسہ شاہی مراد آباد مولانا عجب نور صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے انہیں سے معقولات کی کتابیں پورے طور پر پڑھیں۔ اور مراد آباد ہی سے مدرسہ فرقانیہ گونڈہ پڑھانے کے لئے تشریف لئے گئے۔ (واللہ اعلم)۔

اساتذہ کی خدمت

پورے زمانۂ طالب علمی میں اول تا آخر ہمیشہ اپنے اساتذہ کرام کو خوش رکھا اوران کی خدمت کر کے خوب دعائیں لیں۔ ہر جگہ اپنے اساتذہ کے منظور نظر رہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو بھی کام لیا ہے یہ سب اساتذہ کرام کی خدمت کی برکت ہے اوران کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

مشہور اساتذہ کرام کے نام

حضرتؒ کے مشہور اساتذہ کرام کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

☆ حضرت قاری سید عبدالرحمن صاحبؒ (دادا)۔

☆ حضرت مولوی امین الدین صاحبؒ (ماموں)

☆ حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتیؒ۔

☆ حضرت مولانا قاری عبدالحلیم صاحب پانی پتیؒ۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ۔

☆ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ۔

☆ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ۔ ناظم مظاہر علوم۔

☆ حضرت مولانا ظہور الحق صاحبؒ۔

☆ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوریؒ۔

☆ حضرت مولانا مفتی سعید صاحب۔

☆ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب۔

☆ حضرت مولانا منظور صاحب۔

☆ حضرت مولانا کمال الدین صاحب۔

☆ حضرت مولانا امیر احمد صاحب۔

☆ حضرت مولانا جمیل احمد صاحب مظفر پوری۔

☆ حضرت مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی۔

☆ حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ

بیعت وسلوک

حضرتؒ نے اصلاحی تعلق حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ اجل حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا۔ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ میں بیعت تو تھا حضرت ناظم صاحب سے لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ مجھ پر بڑی شفقت فرماتے بلکہ میرے متعلق دونوں حضرات میں تذکرہ ہوتا اور مشورہ سے کوئی بات طے فرماتے میرے معمولات بھی شیخین کی مرضی ومنشاء سے مقرر ہوتے تھے۔ فراغت کے بعد سال میں ایک دو مرتبہ ضرور

اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضری دیتے۔ حضرت پیرومرشد کے حکم سے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ الہ آباد کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ حضرت شاہ صاحب بھی بڑی شفقت وعنایت فرماتے۔ ایک مرتبہ خوش ہوکر فرمایا کہ صدیق واقعی تم صدیق ہو۔

اجازت وخلافت

حضرت اقدسؒ کو پیرومرشد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی۔ مسجد کلثومیہ میں تین روز کا اعتکاف کروایا کچھ اوراد وظائف پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ اسی مسجد میں بحالت اعتکاف ان الفاظ سے اجازت مرحمت فرمائی۔ دن کے دس بجے مسجد کلثومیہ میں یوم چہارشنبہ ۲۵/ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۱/اکتوبر ۱۹۵۶ء عزیز محترم مولوی حافظ سید صدیق احمد صاحب باندوی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اجازت بیعت وتلقین دی گئی ہے۔ اور یہ فرمایا کہ اللہ نے ان کے اندر جو خوبی رکھی ہے وہ مجھ میں نہیں ہے۔ ظاہر میں تو میں ان کو اجازت دے رہا ہوں ورنہ ان کو اس کی ضرورت نہیں۔

مرید کی طرح شیخ کو بھی اپنے مرید سے والہانہ عقیدت ومحبت وقلبی تعلق تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ پوچھے گا کیا لائے ہو تو صدیق کو پیش کردونگا کہ اللہ اس کو لایا ہوں۔

شادی

تعلیم سے فراغت کے بعد رشتے آنے شروع ہوئے۔ حضرت کے ماموں مشفق استاذ حضرت مولوی امین الدین صاحبؒ نے برولی میں جناب نوازش علی

صاحب کے یہاں رشتہ کی بات کی بفضلہٖ تعالیٰ رشتہ طئے ہوگیا۔ حضرت کے ہونے والے خسر صاحب کا تعلق لکھنؤ سے بھی تھا، کافی زمینوں کے مالک اور بڑے درجہ کے آدمی تھے۔ جب شادی کا وقت آیا تو خاندان کے معزز حضرات اپنی اپنی بیل گاڑی سے ساتھ گئے۔ عسرت وتنگدستی کا یہ عالم تھا کہ شادی کے موقعہ پر بھی بروقت نئے کپڑے فراہم نہ ہوسکے۔ چنانچہ حضرت پرانے ہی کپڑوں میں دلھا بن کر تشریف لے گئے اور شادی ہوگئی۔

اہلیہ محترمہ کی رفاقت و وصال

حضرت کی اہلیہ محترمہ بھی عابدہ وزاہدہ، صابرہ وشاکرہ بڑی خصوصیات کی مالکہ نیک صفت وصالح سیرت ولیہٗ کاملہ تھیں۔ آپ بڑے گھر کی ناز ونعمت کی پروردہ ہونے کے باوجود غربت وتنگدستی میں ہمیشہ حضرت کا ساتھ دیا۔ کبھی کسی قسم کا مطالبہ یا حرف شکایت زبان پر نہیں آنے دیا اور پوری بشاشت سے برسوں مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (طلباء) کو اپنے ہاتھ سے پکا کر کھلایا۔ آپ کا وصال ۱۴/ اگست ۱۹۹۳ء بروز چہارشنبہ ۸ بجے شب کو اپنے مکان میں ہوا۔ آپ کے وصال کی کیفیت بھی قابل رشک ہے۔ حضرت مکان میں داخل ہوئے۔ اہلیہ نے سلام کیا پہچان لیا۔ پیر پکڑ لیا ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا میرا قصور معاف کردو اللہ اللہ کہتے ہوئے اللہ کی محبوب بندی خادم دین کی خادمہ اللہ کی پیاری ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تسلیم ورضا کے پیکر

حضرت اس موقع پر مستقل تسلیم ورضا کے پیکر بنے رہے۔ معمولات میں کوئی فرق آنے نہ دیا اور نہ ہی مدرسہ میں چھٹی دی گئی۔ حضرت نے فرمایا کہ رنج وغم کس کو

نہیں ہوتا ہے اور اس حادثہ کا مجھ پر تو بہت ہی اثر ہے مجھ کو جس قدر صدمہ ہے میں ہی جانتا ہوں کیونکہ مجھ پر ان کے احسانات بہت ہیں۔ عسرت وتنگدستی میں بہت ساتھ دیا فاقہ کر کر کے گذر کی۔ کپڑے سی سی کر خرچ چلایا اس لئے میری طبیعت پر بہت اثر ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سارے کام چھوڑ کر آدمی رنج وغم کو لیکر بیٹھ جائے۔ دن ورات اسی کو سوچا کرے اسی غم وفکر میں گھلتا رہے۔

صبر کی حقیقت

جو معمولات ہیں ان کو پابندی سے کرتے رہنا چاہئے۔ اور طبعی طور پر رنج وغم ہو اس پر صبر کرے کام نہ چھوڑے، یہی صبر کی حقیقت ہے...... رنج وغم کی وجہ سے معمولات چھوڑ دینا اسباق کا ناغہ کر دینا اور کاموں میں کوتاہی کرنا یہ بے صبری ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ایک سبق نہیں چھوڑا...... یہ اللہ ہی کا احسان وکرم ہے ورنہ ایسے موقع پر تو شیطان بڑے دھوکہ اور مختلف بہانوں سے بہکاتا ہے۔ کچھ نہیں تو ایصال ثواب اور قرآن خوانی کے بہانہ ہی سے تعلیم کا نقصان کرادیگا۔ معمولات کا ناغہ کرادیگا۔ بس اللہ ہی نے سنبھالا ورنہ بڑا مشکل کام تھا۔

ایصال ثواب

اجتماعی طور پر ایصال ثواب کا اہتمام نہیں کیا گیا البتہ حضرت نے اسباق پڑھانے کے بعد طلبہ سے فرمایا کہ کچھ پڑھ پڑھا کر بخش دینا۔ بعض دوسرے حضرات سے بھی دعاء مغفرت وایصال ثواب کی درخواست کی۔ بعض مدرسہ والوں کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے اس حادثہ کی وجہ سے مدرسہ میں تعلیم موقوف کر کے قرآن خوانی کا اہتمام کیا ہے۔ حضرتؒ نے اس طرز عمل کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا

......یہ وقت تعلیم بند کرنے کا نہیں تعلیم جاری رکھنے کا ہے جو کچھ پڑھایا جارہا ہے کیا یہ ثواب کا کام نہیں؟ اگر ایصال ثواب مقصود ہے تو اسی عمل یعنی پڑھنے پڑھانے ہی کا ثواب پہنچادیا جائے۔ تعلیم کا نقصان کیوں کیا جائے۔

تدریسی خدمات کا آغاز

سب سے پہلے مدرسہ فرقانیہ گونڈہ یوپی میں تدریسی خدمات تقریباً ایک سال انجام دیں۔ اس کے بعد والدۂ محترمہ کی بیماری، وطن کی دوری کی وجہ سے عذر فرمادیا اور اپنے ہی علاقہ میں رہ کر دینی کام کرنے کو ترجیح دی۔

مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں تدریسی خدمات

اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ فتحپور یوپی میں جہاں پہلے ہی سے مشاہیر علماء تدریسی خدمات میں مصروف تھے مثلاً حضرت مولانا الشاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ، مولانا جامی صاحبؒ، مولانا عبدالحق کوٹیؒ، مولانا عبدالوحید صاحبؒ...... تدریسی خدمات انجام دینا شروع کردیا۔ عمر اس وقت ۲۲ سال کی رہی ہوگی۔ تمام ہی فنون سے متعلق کتابوں کا درس بڑی آب وتاب سے دیا۔ یہاں قیام تقریباً ۳ سال رہا۔

ٹیوشن سے اجتناب

چونکہ مشاہرہ قلیل تھا اس لئے مدرسہ کے ذمہ دار مولانا عبدالوحید صاحب نے خیرخواہانہ انداز میں فرمایا کہ مولانا آپ کی تنخواہ کم ہے اس لئے آپ کچھ ٹیوشن کرلیں تو بہتر ہے شہر میں کچھ ٹیوشن کی نشاندہی بھی کی لیکن حضرت نے انکار فرمادیا کہ میرا یہاں پڑھانے کا مقصد پیسہ کمانا نہیں رہے ہے۔ اگر پیسے کمانا ہوتا تو یہاں نہ آتا مظاہر علوم، سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مواقع تھے۔ میں نے انکار کردیا۔

یہاں تو صرف اس لئے پڑا ہوں کہ وطن سے قریب ہے والدہ صاحبہ کا بھی حق ادا ہوتا رہیگا اور علاقہ کے بچوں کی تعلیم میرے واسطے سے ہوتی رہے گی۔ اس کے علاوہ میرا ذوق پڑھنے پڑھانے کا ہے۔ یہ تین سبب ہیں جس کی وجہ سے میں نے یہاں کا انتخاب کیا ہے...... گھر جا کر ٹیوشن پڑھانے میں اہل علم کی اہانت اور دین کی بڑی ناقدری ہوتی ہے کسی کو پڑھنا ہو تو یہاں آئے پیسے لئے بغیر پڑھا دوں گا لیکن کسی کے گھر میں پڑھانے نہیں جا سکتا۔ میں نہ خود پسند کرتا ہوں نہ دوسرے اہل علم کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔

فتنۂ ارتداد کی خبر اور مدرسہ اسلامیہ فتحپور سے استعفیٰ

مدرسہ اسلامیہ فتحپور میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے دریں اثناء اطلاعات موصول ہوئیں کہ باندا ضلع میں بسنے والے مسلمان جو پہلے ہی سے جبر واستداد، ظلم وستم کے شکار تھے اب کفر والحاد کی زد میں آگئے ہیں اس ناگہانی افتاد نے حضرت کو بے چین کر دیا تدریسی خدمات کو خیر باد کر کے توکلاً علی اللہ اپنے علاقہ باندا کا رخ کیا۔

انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں کفر والحاد کی تیز وتند آندھیوں کا مقابلہ بفضلہٖ تعالیٰ بے مثال ایثار وقربانی، خلوص وللّٰہیت اور اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے کرم سے کامیابی عطا فرمائی۔ یہ حالات وقتی نہیں تھے بلکہ عرصۂ دراز کی غفلت اور علم دین سے دوری کے لازمی اثرات تھے اس لئے وقتی طور پر فتنۂ ارتداد پر قابو پانے کے بعد یہ کوشش رہی کہ مسلم قوم میں دینی شعور بیدار کیا جائے اور علوم قرآن، علوم نبوت سے قوم کو آشنا کرایا جائے۔ تاکہ یہ فتنہ اور اس

جیسے دیگر فتن کا مستقل سد باب ہو سکے۔ اس لئے دینی مکتب کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ باندا شہر اور قریبی و دیگر مقامات میں کوششیں کیں لیکن ناکامی رہی اس دوران نامساعد و مخالف حالات، مسلمانوں کی دینی و دنیوی زبوں حالی سے متاثر ہو کر اپنے دلی جذبات کی ترجمانی اشعار کے ذریعہ بھی کی ہے۔ جذبات دل کے عنوان سے یہ نظم اس رسالہ میں موجود ہے۔

جامعہ عربیہ کا قیام

ہر طرف سے ناامید ہو کر اپنے ہی وطن موضع ہتورا ضلع باندہ یوپی جو شہر سے دور ایک پسماندہ چھوٹے سے دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں اللہ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے انتہائی بے سروسامانی کے ساتھ ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں ایک دینی مکتب قائم فرمایا جس کا ابتدائی نام خزینۃ العلوم رکھا گیا۔ جو عند اللہ مقبول ہوا۔ جہد مسلسل بے مثال قربانیوں کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے مشہور و معروف ممتاز بڑے دینی اداروں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ جس کو آج ہم جامعہ عربیہ ہتورا کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ جہاں ہر وقت طلباء کا داخلہ ہو جاتا ہے ایک مرتبہ احباب نے حضرت سے عرض کیا کہ طلبہ کے داخلہ پر تحدید کر دی جائے۔ طلباء کی کثرت و بے وقت داخلہ سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے اسے پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ میری زندگی میں یہ نہیں ہو سکتا فرمایا کہ جب ہم مدارس والوں کے یہاں وصولی چندہ پر تحدید نہیں تو پھر داخلہ پر تحدید کیوں؟۔ یہی نہیں بلکہ ملک کے طول و عرض میں ایک نہیں ہزاروں دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا۔

علمی وتدریسی ذوق

بچپن ہی سے علمی ذوق نمایاں تھا اس کے لئے ہر طرح کے نامساعد حالات ومجاہدات کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ بفضلہٖ تعالی تمام فنون نحو صرف منطق وفلسفہ، تجوید قرأت وغیرہ میں کمال ودرک حاصل کیا۔ یہ ذوق آخر عمر تک نہ صرف یہ کہ برقرار رہا بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ درس نظامی کی آپ نے چھوٹی بڑی تقریباً سبھی کتب کا درس پروقار انداز میں پورے اعتماد کے ساتھ دیا۔ بغیر مطالعہ کے درس کو آپ سخت ناپسند فرماتے تھے۔ آپ کا درس کسی خاص ہیئت یا وقت کا پابند نہ تھا۔ سفر کی وجہ سے خارج میں دن میں یارات میں جمعہ کے دن بھی اسباق پڑھاتے تھے۔ اسفار کی کثرت ومشاغل کی وجہ سے کبھی بھی علمی وتدریسی خدمات میں فرق نہ آنے دیا۔ عام اساتذہ سے زیادہ کتب کا درس آپ دیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی اگر اساتذہ رخصت پر ہوں تو ان کے اسباق بھی آپ پڑھا دیا کرتے تھے۔ کھاتے کھاتے راستہ چلتے چلتے یا تعمیری کام کی نگرانی کرتے ہوئے بالو پر بیٹھ کر بھی درس دیا کرتے تھے۔

تصنیف وتالیف کا ذوق

علمی وتدریسی ذوق کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق بھی خوب پایا تھا۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا حق ادا کر دیا۔ خاص طور پر درس نظامی میں شامل علوم وفنون کی تسہیل کے سلسلہ میں جو کام کیا ہے وہ علمی حلقوں میں بے حد مقبول ہوا۔ فن صرف میں تسہیل الصرف چار حصے، فن نحو میں تسہیل النحو، تسہیل السامی فی حل شرح جامی، فن منطق میں تسہیل المنطق وسلم العلوم کی شرح اسعاد الفھوم وشرح تہذیب کی

شرح..... فن تجوید وقرأت میں تسہیل التجوید تصنیف فرمائی ہیں۔ یہ ساری تصانیف اردو زبان میں ہیں اس کے علاوہ بخاری شریف کی شرح بھی لکھی ہے۔

دیگر تصانیف کے نام حسب ذیل ہیں۔

آداب المعلمین، آداب المتعلمین۔ فضائل نکاح۔ حق نما۔ احکام المیت۔ سیرت سید المرسلین ﷺ۔ فضائل علم والعلماء گذارشات مخلصانہ اپیل کلام ثاقب۔

شعروادب کا پاکیزہ ذوق

علمی انہماک تدریسی وتصنیف وتالیف کے ذوق کے ساتھ شعروادب کا پاکیزہ ذوق بھی خوب پایا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا تخلص ثاقب تجویز فرمایا تھا۔ آپ کے کلام میں بلا کی تاثیر وسحر آفرینی سرور کونین محبوب رب العالمین ﷺ سے بے پناہ محبت والہانہ جذبۂ عشق وعقیدت کا اظہار امت کی اصلاح کی فکر دردوغم عیاں ہے۔ آپ نے کم وبیش ۲۱ نعتیں ونظمیں ومراثی لکھے ہیں۔

تواضع وانکساری

حضرت کی تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ چھوٹوں پر بھی کبھی بڑائی نہیں جماتے تھے۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ نہایت شفقت وپیار کا معاملہ فرماتے تھے۔ علماء وصلحاء کے سامنے بچھ جاتے تھے۔ خود صاحب فضل ہونے کے باوجود دوسروں کی بڑائی وکمال کا اعتراف فرماتے تھے اور اپنی تعریف وبڑائی سننا بھی برداشت نہ کرتے تھے۔

مہمان نوازی

مہمان نوازی حضرت کا بڑا محبوب عمل تھا کوئی مہمان بڑا ہو کہ چھوٹا قریب کا ہو یا دور کا، اپنا ہو کہ پرایا، مسلم ہو کہ غیر مسلم، سب کے لئے بچھ جاتے تھے۔ قیام وطعام ودیگر آسائش کا بہت خیال فرماتے حتی کہ واپسی کے لئے زادراہ اور سواری کی فکر فرماتے۔ ذاتی طور پر کسی مہمان کی خدمت کر کے خوش ہوتے اور ہر آنے والا مہمان حضرت سے ملاقات کر کے اپنائیت محسوس کرتا۔ جو مہمان جس حیثیت کا ہوتا ہو میزبانی اسی حیثیت سے فرماتے معزز مہمان آتے تو ان کی شایان شان ضیافت کا انتظام فرماتے۔ نصرت خداوندی کا مشاہدہ اس وقت ہر شخص کرتا کہ اس دورافتادہ دیہات میں قسم قسم کے مرغن غذائیں دسترخوان پر فراہم رہتیں۔ مہمان نوازی پر جو بھی خرچ ہوتا حضرت خود برداشت کرتے مدرسہ پر اس کا بوجھ نہ ڈالتے۔

شانِ قلندری

حضرت کی زندگی ظاہر وباطن میں ہمیشہ یکساں رہی۔ ابتداء زمانہ میں جبکہ بیکسی وکسمپرسی کا عالم تھا اس وقت بھی آپ کی سادگی زہد وللّٰہیت دنیاوی چمک دمک سے دوری اور کام کی لگن مثالی تھی۔ پھر جب وہ دور آیا جب کہ ملک وبیرون ملک سے معتقدین وزائرین جوق درجوق آنے لگے اور دنیا سمٹ کر آپ کے قدموں میں گرنے لگی تب بھی حضرت کی سادگی وشان قلندری میں کوئی فرق نہ آیا۔

آرام کرنے کے لئے ایک سادہ ساگدہ تھا اور اپنے گھر سے دال روٹی اور ابلے چنے منگوا لیتے اور خاموشی سے کھا لیتے مگر مہمانوں کے لئے مرغن وپر تکلف کھانوں کا انتظام فرماتے اور خود خشک غذا پر اکتفا کر لیتے۔ ظاہر وباطن کی یہ یکسانیت ایک

بڑی کرامت ہے۔

سنتوں پر عمل کا جذبہ

حضرت کی زندگی میں سنتوں پر عمل بڑا نمایاں تھا اٹھتے بیٹھتے، جاگتے سوتے، گفتگو کرتے اور سکوت، جلوت وخلوت غرض ہر قول وعمل میں حضور ﷺ کی پیاری سنتوں پر عمل ہی پیش نظر رہتا۔ مسواک کی پابندی نماز باجماعت کی ادائیگی سے لیکر مہمان نوازی انسانی خدمت مسلم وغیر مسلم سب کی ضروریات کی فکر، یتیموں، بیواؤں اور عاجزوں کی خبر گیری بیماروں کی عیادت اور تیمارداری، طلبہ واساتذہ کی دلداری وشفقت تک کونسی سنت نبوی ﷺ تھی جو حضرت کی زندگی میں رچی بسی نہیں تھی۔ دیکھنے والوں نے خوب دیکھا پرکھنے والوں نے خوب پرکھا۔

معمولات کی پابندی

نماز تہجد، اشراق آوابین پابندی سے ادا فرماتے۔ سفر ہو یا حضر معمولات میں فرق نہ آتا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت سے خاص شغف تھا۔ ایک مرتبہ راقم الحروف سے فرمایا کہ جب میں سفر میں ہوتا ہوں تو یومیہ ایک قرآن پاک کی تلاوت کرلیتا ہوں۔

ماہ رمضان المبارک

ماہِ رمضان المبارک تو حضرت کے لئے موسم بہار تھا۔ تراویح میں تہجد میں کئی کئی قرآن ختم فرماتے تھے۔ جلوت وخلوت میں قرآن پاک کی تلاوت فرماتے رہتے ساتھ ہی ساتھ اہل حاجت کی ضرورت مہمانوں کی تواضع اہل تعلق کی راحت رسانی طلباء کا درس سبھی کام ہوتے رہتے۔

عشرۂ آخرہ کا اعتکاف

حضرت کا معمول ہمیشہ سے آخر عشرہ میں اعتکاف کا رہا ہے۔ مدرسہ کی مسجد میں اعتکاف فرماتے۔ دور دراز سے اہل تعلق اعتکاف کے لئے آتے۔ معتکفین کی بڑی تعداد ہوتی جن کے قیام وطعام وراحت رسانی کی ذمہ داری حضرت اپنے اوپر لیتے۔ مدرسہ پر اس کا بوجھ نہ ڈالتے۔ ستائیسویں شب میں تو اس قدر مجمع ہوتا کہ مسجد ومدرسہ کا وسیع احاطہ آنے والوں سے اور ان کی گاڑیوں سے بالکل بھر جاتا۔ حالانکہ بھیڑ بھاڑ پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں طبیعت تو یہ چاہتی ہے کہ میں ہوں اور کچھ ہم مزاج احباب ہوں۔ قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اسی کی یاد ہو لیکن کیا کروں مجبور ہوں ان دنوں اگر کوئی مجھ سے بات کرتا ہے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے کسی نے مجھ پر گولی چلادی ہو۔ حضرت پر نرمی وشفقت ومحبت غالب تھی۔ دوسروں کی رعایت میں ہر چیز برداشت کرجاتے تھے۔

مسلک اہل سنت پر استقامت

اہل سنت والجماعت کے مسلک پر نہایت مضبوطی سے قائم رہے۔ فقہ حنفی کے مطابق عمل فرماتے رہے اور اسی کی تعلیم دیتے رہے۔ اکابر صوفیاء اور سلاسل تصوف سے گہرا لگاؤ تھا اور خود بھی خاندان اہل چشت سے بیعت وارشاد کا تعلق رکھتے تھے۔

حضرت کی اولاد

تین صاحبزادے! ☆ حضرت مولانا قاری سید حبیب احمد صاحب ہیں جو

اس وقت حضرت کے جانشین اور جامعہ عربیہ کے ناظم ہیں۔ ☆ دوسرے مولانا مفتی نجیب احمد صاحب، ☆ تیسرے مولانا حسیب احمد صاحب ہیں۔ ماشاء اللہ تینوں حافظ و عالم نیک صورت و سیرت ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ تینوں ہی جامعہ عربیہ میں تدریسی و دیگر خدمات میں مصروف ہیں۔ اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت کے بڑے داماد جناب سید عتیق احمد صاحب ہیں جو رائے بریلی یوپی کے انجینئرنگ کالج میں پروفیسر ہیں۔ دوسرے جناب سید مشیر احمد صاحب بھلائی اسٹیل پروجیکٹ ایم پی سی میں انجینئر ہیں۔ ماشاء اللہ دونوں ہی دیندار و صالح ہیں۔ تیسرے مولانا فرید احمد ندوی صاحب ہیں جو جامعہ میں مصروف خدمت ہیں۔ چوتھے مولانا سید عبدالرزاق صاحب ہیں جو ہتورا ہی کے متوطن اور جامعہ عربیہ ہتورا میں مصروف خدمت ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت کی تمام آل و اولاد کو تادیر صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔ جملہ شرور و فتن سے محفوظ و مامون رکھے۔

امراض

ادھر کافی عرصہ سے حضرت کو کئی امراض لاحق ہو گئے تھے۔ جیسے بواسیر، ہارٹ اٹیک، گردن میں درد، گردے میں پتھری، وغیرہ بسا اوقات ان امراض میں بڑی شدت ہو جاتی، شدت تکلیف کی وجہ سے نڈھال ہو جاتے۔ علاج کے بعد افاقہ ہو جاتا لیکن ضعف و نقاہت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ان سب کے باوجود کام میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ کام میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل بائیں پیر میں شدید تکلیف ہوئی جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ جامعہ کی مسجد کے مغربی جانب متصل حجرہ میں قیام فرمالیا تھا تاکہ

نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ نماز کے وقت سہارا دیکر مسجد میں لائے جاتے پھر اندر حجرے میں تخت پر لٹا دیئے جاتے۔ اتنی شدید علالت کے باوجود مطالعہ و درس وتدریس برابر جاری رہا۔ یہی نہیں بلکہ زائرین واہل حاجت سے ملاقات اور ان کی خاطر تواضع دلداری سب فرماتے رہے۔ سب کو امید تھی کہ جس طرح پہلے شدید علالتوں کے بعد حضرت صحتیاب ہوجایا کرتے تھے اسی طرح اب بھی صحتیاب ہوجائیں گے۔ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ یہ بیماری سفر آخرت کا پیشہ خیمہ ہے۔

وفات

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷ اگست ۱۹۹۷ء چہار شنبہ کا دن تھا، مدرسہ کی مسجد کے حجرے میں عصر کی نماز سے قبل بخاری شریف کے طلبہ کو پڑھانے کے لئے بلایا اور خود وضو فرمانے لگے۔ دوران وضو سخت سردی محسوس ہوئی کہ وضو پورا کرنا بھی دشوار ہوگیا۔ فرمایا کہ لٹادو اوڑھادو۔ لٹادیا گیا، کافی شدید بخار آ گیا دیکھتے دیکھتے حالت غیر ہوگئی زبان لڑکھڑانے لگی ہاتھ اور پیر کی قوت ختم ہوگئی۔ ایک الٹی ہوئی پھر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ حتی کہ عصر کی اذان بلکہ نماز بھی ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا فرمایا نماز پڑھاؤ تیمم کرایا گیا۔ خود سے تیمم بھی نہ فرما سکے خدام نے مٹی لیکر ہاتھ سے تیمم کرایا۔ عجیب بے چینی طاری تھی۔ بات کرنا چاہتے تھے لیکن صاف نہ کر پاتے تھے بمشکل نماز ادا فرمائی۔ پھر فوراً لیٹ گئے غنودگی طاری رہی۔ مغرب کی نماز کافی تاخیر سے ہوش آنے کے بعد ادا فرمائی۔ گاؤں کے اعزہ واقارب، گھر کی مستورات کے آنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ تمام طلبہ ومدرسین مسجد میں جمع تھے۔ سبھی اللہ کی طرف الحاح وزاری کے ساتھ رجوع تھے۔ عجیب سراسیمگی کا عالم تھا۔

علاج ومعالجہ تدابیر جاری تھیں۔ آب زم زم بار بار منہ میں ڈالا جارہا تھا۔ باندا کے مشہور ڈاکٹر رفیق صاحب کو بلایا گیا بعد معائنہ کے انجکشن دیئے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے برین ہیمریج کا خدشہ ظاہر کیا ڈاکٹر صاحب کی تجویز پر باندا شہر منتقل کیا گیا۔ علاج معالجہ ہوتا رہا بالآخر علاج کے لئے لکھنؤ منتقل کرنے کی تجویز ہوئی۔ جب لکھنؤ لے جانے لگے تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ کہاں لے جارہے ہو۔ عرض کیا گیا لکھنؤ۔ انشاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ باندہ سے لکھنؤ جاتے ہوئے حضرت نے اہل جامعہ کو اور پوری ملت کو پیغام دیا کہ سب سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ اور سب لوگ مدرسہ کا خیال رکھیں۔ لکھنؤ پہنچتے پہنچتے حضرت پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ لکھنؤ اور کانپور کے ڈاکٹر صاحبان علاج میں مصروف رہے لیکن ہوش نہ آیا اور تقدیر الٰہی تدبیر پر غالب آگئی۔ دوسرے روز سحر نرسنگ ہوم لکھنؤ میں ۲۳ر ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ راگست ۱۹۹۷ء بروز پنجشنبہ ۱۰ر بجکر ۱۰ر منٹ پر حضرت اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جامعہ کے وسیع میدان میں بعد نماز عشاء نماز جنازہ حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب احمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ جامعہ کے سامنے ہتورا کے قبرستان میں اہلیہ محترمہ مرحومہ، والدہ محترمہ مرحومہ کے جوار میں تدفین عمل میں آئی۔ حق تعالیٰ مرقد مبارک پر انوار کی بارش فرمائے۔ آمین

مجمع اتنا کثیر تھا کہ قبر پر مٹی ڈالنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لئے ٹھہر ٹھہر کر لوگ قبر پر مٹی ڈالتے رہے اور اس عمل میں ساری رات بیت گئی۔

کل نفس ذائقۃ الموت اور کل شی ھالک الا وجہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نفس پر موت طاری ہوگی اور اللہ کی ذات عالی کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائیگی۔ اسی قانون کے مطابق حضرت اس دنیائے فانی سے تشریف لے گئے اور اپنے چاہنے والوں کے لئے اپنی ایک عظیم یادگار اور ایک عظیم محنت جامعہ عربیہ ہتورا اور بہت سے دینی مدارس وادارے جو حضرت کی سرپرستی میں چل رہے تھے بطور یادگار ونمونہ چھوڑ گئے۔

چشم دید واقعات

☆ میرے حضرت کو اللہ پاک نے گونا گوں خصوصیات سے نوازا تھا۔ آپ کی شخصیت کمالات ومحاسن کا مجموعہ تھی۔ جہاں آپ کی مہمان نوازی، ایثار وقربانی، منکسر المزاجی، خدمت خلق ضرب المثل تھی۔ وہیں اصلاح وتربیت کا انداز ہ بھی بالکل نرالا اور منفرد تھا۔

آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا اور تحریر کے ذریعہ اس کی کما حقہ تعبیر دشوار ہے۔ خصوصاً مجھ جیسے کوتاہ علم وفہم کے لئے تو ممکن ہی نہیں۔ بعض احباب وبزرگوں کی خواہش پر حضرت والا کی زندگی کے مختلف گوشوں سے متعلق چشم دید واقعات واحوال تحریر کرتا ہوں اور اس سے قدرے اندازہ ہوسکتا ہے کہ حضرت والا کی زندگی کن کن محاسن واوصاف کی آئینہ دار تھی۔

☆ چشم پوشی وعفو ودرگذر کی صفت حد درجہ تھی۔ تربیت واصلاح کا انداز بھی

انوکھا تھا۔ کسی کو نامناسب کام کرتا ہوا پاتے، آمنا سامنا ہوتا تو بس اتنا کہہ دیتے کہ ارے مہربان یہ کیا کرتے ہو، خفگی کا اظہار فرمادیتے ورنہ ایسے خاموشی سے گذر جاتے کہ جیسے جانتے ہی نہ ہوں، پھر اس کے ساتھ ایسی شفقت ومحبت کا معاملہ کرتے کہ بسا اوقات اسے یہ دھوکہ ہونے لگتا کہ بس حضرت تو میری ولایت کے قائل ہوگئے ہیں۔ ادھر خدا سے یقیناً دعا بھی کرتے ہونگے۔ چند دن نہ گذرنے پاتے کہ وہ مبتلائے معصیت تائب ہوجاتا۔

❋❋❋❋

☆ کبھی چین سے سوتے یا بیٹھتے میں نے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ امت کے غم میں بے چین وفکر مند پایا۔ کھانے کی فکر تھی نہ پوشاک کی نہ صحت کی۔ نہ آرام کی بس اسی دھن میں رہتے کہ میری ذات سے کسی کا بھلا ہوجائے۔ خواہ اس کے لئے کچھ ہی کرنا کیوں نہ پڑجائے۔ یہی ان کی روحانی وجسمانی غذا تھی۔ کئی کئی دن فاقے سے گذر جاتے۔ سونے کی نوبت نہ آتی۔ شاید کسی کو یقین نہ آئے میں نے دیکھا کہ حضرت مسلسل دس یوم سوئے نہیں۔ دن رات تعلیم وتبلیغ میں مشغول رہے۔ صبح سے عصر تک تعلیم وتدریس وامور جامعہ میں مصروف رہتے۔ عصر سے پہلے یا بعد مدرسہ سے روانہ ہوجاتے۔ باندہ شہر پہنچ جاتے۔ (یہ وہ وقت ہے جبکہ اس علاقہ میں مخالفین کا بہت زور تھا)۔ کسی علاقہ کی کوئی جماعت آئی ہوئی ہوتی تو اس کی نصرت کرتے یا حضرت کا بیان ہوتا بعد دعا فوری مدرسہ روانہ ہونے کے لئے نکل جاتے۔ باندہ عیدگاہ کے پاس آجاتے کہ کوئی سواری مل جائے تو مدرسہ پہنچ جائیں۔ (اس علاقہ میں بعد مغرب بسیں بند ہوجاتی ہیں) سڑک کے کنارے چبوترے پر چادر بچھادیتے اور مجھ سے کہتے عبداللہ سو جاؤ اتنے کہ ٹرک آجائے۔ میں جاگتا رہونگا۔

میں کہتا کہ حضرت نہیں آپ سو جائیں میں جاگتا رہونگا ٹرک آنے پر بیدار کردوں
گا۔ حضرت فرماتے نہیں نہیں تمہیں صبح سبق پڑھنا ہے سو جاؤ اور بہت اصرار کرتے
یہاں تک کہ مجھے پکڑ کر لٹا ہی دیتے کبھی نیند لگ جاتی۔ کبھی نہ لگتی۔ لیٹے لیٹے ہی
نظارہ کرتا رہتا کہ حضرت سڑک کے کنارے بیٹھ کر ذکر وغیرہ میں مشغول رہتے۔
کبھی چند منٹ کیلئے لیٹ جاتے، ٹرک کی آواز سنتے ہی فوراً کھڑے ہو کر اشارہ
کرتے ہوئے زور زور سے آواز دیتے کہ روکدو لیکن نو وارد ٹرک والے کیا جانیں
کہ کون روک رہا ہے اور علاقہ بھی پر امن نہیں۔ حضرت آواز دیتے ہی رہتے اسی
طرح ساری رات بعض دفعہ گذر جاتی۔ صبح ہوتے ہوتے کوئی ٹرک والا روکدیتا۔
سوار ہو کر نو میل پر اتر جاتے وہاں سے پیدل چل کر جامعہ میں نماز فجر میں پہنچ
جاتے۔ نماز فجر کے ساتھ ہی درس کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ عصر تک درس وامور
مدرسہ سے فارغ ہو جاتے پھر بعد عصر باندہ کے لئے روانہ ہو جاتے۔ ایک عشرہ
مسلسل یہی معمول رہا۔ سونے کی نوبت نہیں آئی۔ مسلسل کام کرتے ہوئے تھک کر
چور ہو جاتے، نڈھال ہو جاتے۔ دفعتاً نیند کا غلبہ ہوتا بیٹھے بیٹھے چند لمحوں کے لئے
اونگھ سی آجاتی، خراٹے بھی لینے لگتے پھر آنکھ کھول دیتے، بس ایسا محسوس ہوتا کہ کئی
گھنٹے آسودگی سے سو گئے ہوں۔ طبیعت میں نشاط چہرۂ انور پر بشاشت وطراوٹ
نمایاں ہوتی جو ہر دیکھنے والا اپنی کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتا۔ پھر اس کام میں مشغول
ہو جاتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا میرے حضرت کے ساتھ خاص فضل وکرم ونصرت کا معاملہ
تھا۔

☆ باندہ شہر میں حضرت پیدل چل رہے ہیں۔ پیچھے پیچھے میں چل رہا ہوں۔ گھروں کے سامنے بیٹھے لوگ حضرت کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام کرتے ہیں۔ حضرت مجھ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں عبداللہ دیکھتے ہو کیا ہو رہا ہے۔ میں خاموش ہو گیا۔ حضرت خود فرمانے لگے کہ دس پندرہ سال قبل ہر گھر سے اس سے کہیں زیادہ گالیاں ملتی تھیں لیکن میں نے اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ ہی کوئی جواب دیا۔ (یہ میری تربیت کے لئے فرمایا تھا)۔

☆ مئی جون کا سخت گرمی کا زمانہ ہے۔ لُو اپنے شباب پر ہے۔ دوپہر کا وقت ہے حضرت کئی دن کے سفر سے واپس ہو رہے ہیں۔ حسب معمول نو میل ہی سے کسی سیکل پر آنے والے سے کہلا بھیجا کہ طلبہ سے کہدو کہ کتابیں لیکر تیار رہیں میں سبق پڑھاؤں گا فوری طلبہ اپنی اپنی کتابیں لے کر حضرت کے حجرے کے سامنے جمع ہو گئے اتنے میں حضرت بھی تشریف لے آئے۔ دیکھنے سے کافی مضمحل ونحیف دکھائی دے رہے ہیں۔ بڑھ کر میں نے بعد سلام ومصافحہ دریافت کیا کہ طبیعت کیسی ہے فرمایا کچھ نہیں سب ٹھیک ہے۔ چلو جلدی سے پڑھنے بیٹھ جاؤ۔ پھر مکرر سہ کرر دریافت کرنے پر بتایا کہ کل صبح ناشتہ کیا تھا اس کے بعد کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی فوری پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت حضرت کی ایک صاحبزادی کھڑی تھیں۔ ان سے کہا کہ جلدی گھر سے کھانا لے آؤ۔ صاحبزادی گھر چلی گئیں۔ حضرت پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ یکے بعد دیگرے اسباق کا سلسلہ چلتا رہا۔ مشکوۃ شریف پڑھا رہے تھے کہ گھر سے کھانا آ گیا۔ فرمایا کہ کھانا کمرہ میں رکھ دو بعد میں کھا لوں گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔

ورنہ کوئی اور درسی کتاب پڑھاتے ہوتے اور کھانا آجاتا تو دورانِ درس ہی کھالیتے پڑھانا کھانا ایک ساتھ ہوتا تھا تا کہ وقت بچ جائے)۔ ابھی حدیث کا درس جاری ہی تھا کہ ایک نووارد مہمان آگئے۔ حضرت فوراً اٹھے ملاقات کی، پوچھا کہاں سے آنا ہوا پھر فرمایا کہ بڑی دور سے آنا ہوا پہلے کھانا کھالیں پھر بات ہوگی۔ حجرہ میں داخل ہوئے اپنا کھانا لاکر مہمان کے سامنے رکھ دیا کہ کھایئے۔ مہمان کھانے لگے ہمیں تشویش شروع ہوگئی۔ حضرت کئی وقت کے فاقہ سے ہیں سب کھانا مہمان کھالیں گے پھر حضرت کے لئے کیا بچے گا اس لئے کہ گھر سے دوبارہ آنے کی کوئی امید نہیں تھی اور طلباء اگر پیش کریں تو قبول نہیں فرماتے تھے۔ مہمان کھانے سے فارغ ہوئے اور حضرت کا درس ختم ہوا۔ مہمان کے کھانے کے بعد آدھی روٹی بچی تھی۔ حضرت نے وہی آدھی روٹی تناول فرمائی۔ کچھ چنے تھے کھا کر پانی پی لیا اور کام میں مشغول ہوگئے۔ شام میں گھر سے کھانا آیا تب نوش فرمایا (اللہ اکبر!) اس دن بھی حضرت کے آنے سے لے کر شام کے کھانے تک مسلسل میں حضرت کے ہمراہ ہی تھا۔ کیسی جفاکشی قربانی اور مہمانی ہے کہ نظیر ملنی مشکل ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

☆ ایک مرتبہ حضرت کو کانپور رکتے ہوئے لکھنؤ جانا تھا بطور خادم احقر بھی ساتھ تھا۔ نماز فجر سے قبل پاسنجر ٹرین سے سفر شروع ہوا۔ قریب گیارہ بجے کانپور پہونچے۔ تب تک ناشتہ چائے پانی کی نوبت نہیں آئی۔ لوگ آتے گئے اور ملاقات کا سلسلہ چلتا رہا احباب نے خواہش کی کہ حضرت ہمارے گھر چلیں ناشتہ کرلیں یا کھانا یہیں لے آئیں۔ حضرت انکار فرماتے رہے۔ ادھر میں بھوک سے بیتاب ہو رہا ہوں کچھ کہنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی کانپور اسٹیشن سے قریب مسجد شتر خانہ ہے

وہاں حضرت پہنچ گئے۔ لوگوں کا ہجوم واصرار بڑھتا رہا۔ حضرت نے لوگوں سے کہا کہ مجھے آرام کرنا ہے آپ لوگ چلے جائیں۔ دو گھنٹے بعد آئیں۔ لوگ چلے گئے اوپر امام صاحب کے حجرے میں گئے۔ اس وقت امام صاحب نہیں تھے۔ صرف مؤذن صاحب مسجد میں تھے۔ پانچ دس منٹ حضرت لیٹ گئے پھر اٹھے مؤذن صاحب سے کہا کہ آپ اپنا ناشتہ دان دیدیں جیب سے پانچ روپئے نکالے اور مجھ سے کہا کہ یہ لو ناشتہ دان یہ پیچھے بھی راستہ ہے اس سے باہر چلے جانا۔ تندوری روٹی پاؤ کلو ٹماٹر اور دو پیاز کی ڈلی لے آنا۔ قریب ہی دوکانیں تھیں۔ تھوڑی دیر میں لیکر حاضر ہو گیا۔ کہا چٹنی بناؤ بنائی گئی۔ پھر روٹی کھائی گئی تب سکون ہوا۔

پھر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے۔ جب وقت ہوا دروازہ کھولا گیا لوگ آتے اور خواہش کرتے کہ کھانا ہمارے یہاں کھالیں۔ حضرت فرماتے کہ ہم کھانے سے فارغ ہو گئے اب خواہش نہیں ہے۔ اللہ اکبر میں سونچتا رہ گیا کہ یا اللہ کیا ماجرا ہے۔ یہاں ایک نہیں سیکڑوں چاہنے والے ہیں پھر یہ استغنا کا عالم۔ اس میں ایک پہلو تو اس نالائق کی تربیت کا تھا۔ دوسرا پہلو یہ کہ کسی چاہنے والے کی دل شکنی نہ ہو۔ حضرت اس کا بطور خاص ہر معاملہ میں خیال رکھتے تھے۔ چونکہ سفر کسی کی دعوت پر نہیں تھا اور اگر کسی کی دعوت قبول کر لیتے تو دوسرے کی دل شکنی ہو سکتی تھی۔ (اللہ اعلم)

❀❀❀❀

☆ ایک دفعہ حضرت کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ کئی دن ہو گئے افاقہ نہیں ہو رہا تھا۔ مہمانوں کی آمدورفت کی وجہ سے قطعاً آرام کرنے کو موقعہ نہیں ملتا تھا ہم لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت ایک دو دن گھر میں آرام کر لیں تو جلد افاقہ ہو جائے گا۔

پہلے تو انکار کرتے رہے۔ بہت اصرار کے بعد گھر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بعد نماز عشاء چند طلباء کے سہارے گھر تشریف لے گئے۔ خود سے چلنا بھی مشکل تھا۔ پھر ہم سب سو گئے، صبح تین بجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت کے کمرہ کی بتی جل رہی ہے۔ قدیم گیٹ کے اوپر والے کمرہ میں میرا قیام تھا وہاں سے فوراً نیچے آیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بیٹھے ہیں نہ جانے کب آ گئے اور کیسے آ گئے۔ ہاتھ میں شرح جامی ہے سامنے تپائی پر کئی شروحات رکھی ہیں، مطالعہ میں مصروف ہیں۔ میں نے کہا حضرت آپ کب آ گئے کیسے آ گئے۔ طبیعت تو رات میں کافی ناساز تھی۔ ایک آدھ دن گھر پر آرام کر لیتے، تو حضرت فرمانے لگے کہ صبح سبق پڑھانا ہے، صبح سبق پڑھانا ہے کیا بغیر مطالعہ کے سبق پڑھادوں یہ تو خیانت ہوگی، یہ تو خیانت ہوگی۔

❁❁❁❁

☆ پھر دوسرے سال بھی ایک مرتبہ طبیعت کافی ناساز ہو گئی تھوڑی دیر سے بے ہوشی کی سی کیفیت ہو جاتی تھی۔ ایسی حالت میں بھی اصرار ہے کہ کتابیں لاؤ سبق پڑھاؤنگا۔ ہم طلبہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت ویسے تو آپ کبھی چھٹی نہیں دیتے حتی کہ جمعہ کے دن بھی آپ اپنے اسباق پڑھاتے ہیں آج ہم طلباء کی خواہش ہے کہ اسباق نہ پڑھائیں۔ کہنے لگے نہیں! اسباق پڑھاؤنگا۔ چند اساتذہ کرام سے کہلوایا کہ چھٹی کرالیں۔ وہ حضرات گئے۔ طلباء کی خواہش ظاہر کی لیکن ناکام و نامراد واپس آئے، چار و ناچار کتابیں لے کر حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت لیٹے تھے۔ جب سب طلباء بیٹھ گئے تو زار و قطار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے جیسے ایک بچہ روتا ہے اور کہنے لگے بھائی میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا

ہے کہ پڑھتے پڑھاتے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ آپ لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں علم حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں میرے پاس امانت ہیں۔ اگر اس وقت میرا سفر ہو جائے تو امانت میں خیانت کر کے خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔؟ کافی دیر تک روتے رہے پھر کہنے لگے اللہ مجھ سے یہ سوال نہیں کریگا کہ آپ لوگوں کے لئے کیا اور کیسے کھانے کا نظم کیا ہے اور کیسی رہائش مہیاء کی ہے ہاں تعلیم و تربیت میں مجھ سے کوتاہی ہوگی تو ضرور اللہ کے ہاں بازپرس ہوگی۔ اسی حالت میں لیٹے لیٹے چھ سات کتابوں کا سبق پڑھایا اللہ اکبر! کیا استحضار کا عالم تھا کیا عجیب شان تھی میرے حضرت کی۔

❁❁❁❁

☆ ایک مرتبہ ایک طالب علم کی شکایت پہنچی اس سے قبل بھی اس کی کئی شکایات پہنچ چکی تھیں۔ حضرت نے فوراً اس طالب علم کو بلوایا اور ڈانٹا کہ نالائق تم شرارت سے باز نہیں آتے۔ اپنی حالت نہیں بدلتے۔ جب تمہیں پڑھنا ہی نہیں اور کچھ بننا ہی نہیں تو یہاں آئے کیوں ہو؟ جاؤ اپنا بوریہ بستر لپیٹو یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ طالب علم وہاں سے چلا گیا۔ کمرہ جا کر اپنا سامان لیا اور روانہ ہو گیا۔ حضرت کو اطلاع ملی کہ وہ طالب علم سامان لے کر جا رہا ہے فوراً ایک اور طالب علم کو دوڑایا کہ جاؤ اس کو بلا لاؤ۔ وہ طالب علم مع سامان حاضر ہو گیا۔ حضرت بڑی لجاجت سے کہنے لگے۔ تم عجیب آدمی ہو سامان لے کر واپس ہو سکتے ہو لیکن اپنی حالت نہیں بدل سکتے بار بار یہی الفاظ دہراتے جا رہے ہیں وہ طالب علم ہے کہ خاموش ٹھیرا ہوا۔ زبان سے کچھ بھی نہیں کہتا۔ حضرت خود سے کہتے ہیں کہ اب سے تو نہیں کرو گے شرارت؟ جاؤ پڑھ لو۔

☆ بعد نماز فجر مسجد میں طلباء کی حاضری کا معمول تقریباً شروع ہی سے ہے۔
جو طلباء نماز میں غیر حاضر ہوتے حضرت کو اطلاع دی جاتی۔ کبھی فہمائش کر دیتے، کبھی صورتاً کھانا بند کر دیتے۔ صورتاً اس لئے کہ مطبخ سے کھانا بند کیا جاتا اور چپکے سے کھانا اس لڑکے تک پہنچا دیا کرتے۔ ایک مرتبہ نام پیش ہوا کہ ہاشم غیر حاضر ہے۔ حضرت نے کہا کہ فوراً اسے لے آؤ۔ لڑکے بلانے کے لئے چلے گئے۔ اسی نام کے دو طالب علم تھے اتنے میں ہاشم سامنے آتے دکھائی دیئے۔ حضرت سمجھے کہ یہی ہے۔ ایک چپت لگائی اور پڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں وہ طلباء واپس آئے کہا کہ ہاشم سو رہے ہیں اٹھانے پر نہیں اٹھ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ میں نے تو اس ہاشم کو سزا دیدی ہے۔ اس کو بلا لاؤ بلا وجہ میں نے سزا دیدی۔ وہ لڑکا حاضر ہو گیا۔ سب طلباء سامنے ہیں درس جاری ہے۔ درس روک کر اس کو قریب بلایا اور جیب سے چار آنے نکالے اس کو دیتے ہوئے فرمایا کہ غلطی سے میں نے مارا ہے معاف کر دو پھر کہا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ تم سزا کے مستحق نہیں ہو اس وقت جو میں نے سزا دی غلطی سے دیدی معاف کرنا۔ اللہ اللہ

☆ دورانِ سبق طلباء کی ذہن سازی کا بڑا اہتمام تھا۔ بہترین نصائح، عبرت آموز واقعات کے ذریعہ ذہن سازی کیا کرتے تھے۔ درس کے دوران عجیب و غریب کیفیات طاری رہتیں۔ کبھی ہنساتے تو کبھی رلاتے۔ کبھی طلباء سے دلبستگی بھی فرماتے۔ میرے حضرت تو مجسم جمال تھے لیکن کبھی کبھی جلال و جذب کی کیفیت بھی ہو جاتی تھی۔ اس وقت طلباء سے عہد و پیمان بھی لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دوران درس فرمانے لگے دیکھو دنیا میں مرچی ہلدی دھنیا بیچنے والے تو بہت ہیں۔ دین کا

کام کرنے والے بہت کم ہیں۔ خبردار یہاں سے جانے کے بعد دین کی خدمت میں لگے رہنا مرچی ہلدی دھنیہ نہ بیچنے لگ جانا۔ اگر تم لوگ بھی مرچی ہلدی دھنیہ بیچنے میں مشغول ہوگئے تو یاد رکھنا کل قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑوں گا۔ حضرت کی یہی توجہ وفکر کا نتیجہ ہے کہ جامعہ کے اکثر فارغین اور ہماری جماعت کے سب طلباء جہاں تک مجھے علم ہے کسی نہ کسی درجہ میں دین کے کام سے جڑے ہوئے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائیں مرتے دم تک اخلاص کے ساتھ دین کے کام میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

❀❀❀❀

☆ ملک میں ایمرجنسی کا دور تھا۔ جبری نس بندی کے عنوان پر مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے۔ حکومتی سطح پر تائید میں نام نہاد مسلمانوں کے بیانات شائع کئے جارہے تھے اور کوشش یہ کی جارہی تھی کہ جائز ناجائز تخویف وترغیب کے ذریعہ ہر عالم یا ذی حیثیت مسلمان سے تائید حاصل کی جائے۔ موقع پرست ومفاد پرست لوگ بڑھ چڑھ کر تائیدی بیانات جاری کرنے میں حصہ لے رہے تھے۔ اس وقت کے صدر جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد مرحوم بھی کسی سے کم نہ تھے۔ ان حالات کا حضرت پر بہت اثر تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن حسب معمول بعد نماز فجر شرح جامی پڑھا رہے تھے کہ ہمزۂ استفہام کا بیان آگیا کہ وہ صدارت کلام کو چاہتا ہے۔ بس حضرت کا ذہن صدارت کی کرسی کی طرف منتقل ہوگیا۔ عجیب سی کیفیت ہوگئی۔ کہنے لگے لوگ صدارت کی کرسی کے لئے کیسی کیسی حرکتیں کرتے ہیں حتی کہ دین وایمان تک بیچ دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت کی زبان سے نکلا کہ اللہ انہیں غارت کرے۔ بس یہی لمحہ ہے کہ موصوف پر اچانک قلب کا حملہ ہوا اور ختم

ہوگئے۔ اسی دن ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک صاحب باندہ شہر سے آگئے انہوں نے اطلاع دی کہ حضرت! فخرالدین علی احمد کا صبح اچانک انتقال ہوگیا۔ یہ سن کر حضرت مسکرانے لگے۔ مجھ سے کہا کہ عبداللہ ایک کی تو چھٹی ہوگئی...... چند قدم ہی چلے تھے کہ حضرت کا چہرہ ایک دم متغیر ہوگیا۔ افسوس کے آثار نمایاں تھے فرمایا کہ کچھ بھی ہو وہ مسلمان تھا دعائے مغفرت کرو۔

❁❁❁❁

☆ دورانِ طالب علمی میں، میں اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ چونکہ حضرت سے تعلق خاص تھا اور پڑھائی کا شوق بھی اسی لئے باوجود بیماری کے وہیں مدرسہ میں رہا کرتا تھا۔ اسی دوران میرے بہنوئی مولانا حافظ سید حماد بن ذکی صاحب جماعت لے کر نیپال گئے تھے واپسی میں میری خواہش پر ہتورا جماعت لے کر آئے تھے۔ اس وقت میری حالت بہت ناتواں تھی۔ دیکھ کر خواہش کی کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے گھر چلو میں حضرت سے اجازت لے لونگا۔ حضرت ہی کی ایماء پر میں تعلیمی سال کے ختم ہونے سے دو ماہ قبل ہی گھر آگیا۔ یہاں احباب کی رائے ہوئی کہ ہتورا میں تمہاری صحت ٹھیک نہیں رہتی اسی لئے کسی دوسری جگہ پڑھو تو اچھا ہے۔ حضرت سے رجوع کرنے پر حضرت نے بھی اجازت دیدی کہ دیوبند یا سہارنپور چلے جاؤ پھر حضرت نے تصدیق نامہ بھی بھیجا۔ تصدیق نامہ ملنے پر میں نے خواب میں حضرت کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں عبداللہ ہتورا چلو پڑھنے کے لئے میں نے اس خواب کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیا۔ چند دنوں کے بعد ایک بار پھر ایک خواب دیکھا کہ میں پڑھنے کے لئے باندھا روانہ ہوگیا ہوں۔ مدرسہ کے قریب مین روڈ پر جہاں پہلے بسیں رکتی تھیں وہاں سے مدرسہ پیدل جانا پڑتا تھا اس جگہ کو نومیل کہتے ہیں

وہاں بس سے اتر رہا ہوں حضرت ہیں۔ اور حضرت کے ہمراہ بہت سے طلباء ہیں۔ اترتے ہی حضرت نے مجھے سینے سے لگالیا اور کہا کہ بہت اچھا کیا آ گئے۔ بیدار ہوا تو بے چین و پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ماجرا ہے ادھر تصدیق نامہ خود حضرت نے بھیج دیا پھر یہ دو خواب اس کی اطلاع میں نے حضرت کو کی۔ حضرت نے جواب میں لکھا کہ آجاؤ کچھ نہیں ہو گا دعا کرتا ہوں۔ چپاتی کا انتظام کر دیا جائے گا۔ بعد رمضان پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور پورا سال گذر گیا مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔

❁❁❁❁

☆ مجھے سات سال قبل قلب کا شدید عارضہ ہو گیا تھا۔ ڈاکٹروں کی تجویز کے مطابق صحتیابی مشکل تھی۔ قلب کی حرکت قابو میں کرنے کے لئے بجلی کا شاٹ بھی دیا گیا۔ ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں کا منظر اتنا ہیبت ناک ہوتا ہے کہ اگر کسی کو قلب کا عارضہ نہ بھی ہو تو ہو جائے۔ آدمی کا اپنے اوپر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے۔ عین اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میرے حضرت ہیں۔ مختلف علمی دلیلیں دے کر سمجھا رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے قادر مطلق ہے جو چاہے کرتا ہے اس کے بعد آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو یہی دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے قادر مطلق ہے جو چاہے کرتا ہے اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ پھر مجھے اتنا اطمینان و سکون حاصل ہوا کہ زندگی میں کبھی نصیب نہیں ہوا۔ آج تک بھی اس کے تصور سے محظوظ ہوتا ہوں۔ اسباب کے درجہ میں یہ سکون واطمینان ہی دوبارہ صحتیابی کا ذریعہ بنا۔ ڈاکٹر جب کبھی آتا تو کہتا کہ بابو تم بہت لکی ہو یعنی قسمت والے ہو مجھے حیرت ہے کہ تمہیں یہ مرض لاحق کیسے ہو گیا اور اس پر بھی حیرت ہے کہ کیسے بچ گئے۔

☆ دیوبند سے فراغت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کی سہولت تھی۔ احباب کی خواہش پر میں نے بھی ارادہ کرلیا اور کارروائی شروع کردی۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ایسی ایسی بات ہے میں نے کارروائی داخل کردی ہے۔ دعا فرمادیں۔ سن کر حضرت خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ تمہیں کیا چاہئے دین یا دنیا؟ میں نے کہا کہ حضرت دین چاہئے۔ فرمایا کہ نہ جاؤ میں نے عرض کیا کہ کمانے کی نیت نہیں ہے چونکہ ایک موقعہ ہے اور متبرک مقام بھی ہے اسی بہانے مستفید ہونے کا موقع مل جائے گا تو فرمایا کہ جو تم کہہ رہے ہو وہ بالکل ٹھیک ہے وہ بہت بابرکت مقام ہے لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہمیں ہندوستان میں رہتے ہوئے جو تعلق و نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہاں جانے کے بعد اس میں اضافہ ہونا چاہئے اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے بھی اس میں کمی واقع ہوجائے تو یہ بہت خسارے کی بات ہے وہاں رہتے ہوئے عام طور سے یہ ہوجاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں ایرکنڈیشنڈ میں پڑھ کر ہمارے ہندوستان کے لائق نہیں رہوگے۔ میں نے کہا حضرت اب نہیں جاؤں گا۔......

❁ ❁ ❁ ❁

☆ ایک مرتبہ ہتورا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو ملاقات ہوتے ہی دریافت فرمایا کہ کتنا وقت لے کر آئے ہو میں نے کہا ایک ہفتہ۔ فرمایا بڑھ سکتا ہے؟ میں نے عرض کیا حضرت فرمادیں تو ضرور بڑھ سکتا ہے۔ فرمایا چلو چلنا ہے، بس میں تیار ہوکر حضرت کے ساتھ ہوگیا۔ یہ سفر ایک عشرہ کا تھا جملہ پینتالیس مقامات پر جانا ہوا۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے کہ یہ قریب قریب کے مقامات ہونگے۔ نہیں یہ سفر یوپی، بہار، نیپال کے مختلف مقامات پر مشتمل تھا۔ اپنے قابو کی

کوئی سواری بھی نہیں۔ کہیں ٹرین سے سفر ہو رہا ہے تو کہیں عام بس میں، کہیں جیپ گاڑی سے، راستہ انتہائی دشوار گذار، نہ کھانے کی فکر ہے نہ آرام کی، یہ ساری تگ ودو اپنی نجی ضرورت کے لئے نہ تھی اور نہ ہی مدرسہ کے چندے کے لئے بلکہ دور افتادہ لٹے پٹے انسانوں کی حالت زار خصوصاً ملت اسلامیہ کی خستہ حالی، تعلق رکھنے والوں کی محبت، جو خالصتاً اللہ کی رضا جوئی کے لئے تھی۔ حضرت کو ہر وقت بے چین کئے رہتی تھی۔ اسی بے چینی و بے قراری کے عالم میں اپنے سے بے خبر ہو کر دیوانہ وار نکلتے کہ کسی مصیبت زدہ کی کسی طرح کوئی مدد ہو تو کردوں۔ کسی غمزدہ کے نہ تھمنے والے آنسوؤں کو پونچھ کر ہی تسلی دیدوں یا کوئی دینی یا دنیاوی کام کر رہا ہو تو اس کی ہمت افزائی ہی کروں۔ غرضیکہ کسی طرح کسی کے کام آجاؤں۔ میرے حضرت خیر الناس من ینفع الناس کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ میرے حضرت کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے اور اس حقیر کی طرف سے ساری امت مسلمہ کی طرف سے اپنی شایان شان اپنے محبوب بندے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

کلامِ ثاقب

(۱) تمنائے مدینہ

تمنا ہے کہ گلزار مدینہ اب وطن ہوتا
وہاں کے گلشنوں میں کوئی اپنا بھی چمن ہوتا

بسر اب زندگی اپنی دیار قدس میں ہوتی
وہیں جیتا وہیں مرتا وہیں گور و کفن ہوتا

میسر بال و پر ہوتے تو میں اڑ کر پہونچ جاتا
زہے قسمت کہ اپنا آشیاں ان کا چمن ہوتا

نمازوں میں انھیں کے در پہ میں کرتا جبیں سائی
تلاوت کا ترنم اور جنت کا چمن ہوتا

مقدر سے رسائی ان کے در تک کاش ہو جاتی
متاع جاں نثار روضۂ شاہ زمن ہوتا

سبھی کچھ ہے مگر جب وہ نہیں کچھ بھی نہیں حاصل
وہیں ہوتا جہاں اے کاش وہ جلوہ فگن ہوتا

خدا شاہد کہ ہم سارے جہاں پر حکمراں ہوتے
رسول پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

تمنا ہے کہ کشتی عمران کے آستانے پر
عنایت جلوہ گر ہوتی کرم سایہ فگن ہوتا

خوشا قسمت کہ ہوتا کوچہ محبوب میں مسکن
انھیں کی راہ میں قربان اپنا جان وتن ہوتا

یہی ہے آرزو ثاقبؔ یہی اپنی تمنا ہے
کہ پیوند بقیع پاک اپنا بھی بدن ہوتا

حضرتؒ کے نعتیہ کلام میں یہ پہلا کلام ہے جو پہلے حج سے پہلے کہی تھی۔

(۲)

تسکین خاطر

وفور شوق میں ہر جذبۂ دل میرے کام آیا
کبھی لب پہ درود آیا کبھی لب پہ سلام آیا

سفینہ جب گھرا میرا حوادث کے تھپیڑوں میں
پئے تسکین خاطر لب پہ میرے ان کا نام آیا

مرے مجروح دل کو ہوگئی تسکین یوں حاصل
کبھی ان کا سلام آیا کبھی ان کا پیام آیا

بہت تاریک تھی دنیا یہاں ظلمت ہی ظلمت تھی
ہوا روشن جہاں، جس وقت وہ ماہ تمام آیا

حقیقت میں انھیں کے پاس ہے کونین کی دولت
نظر جن اہل دل کو جلوہ حسن تمام آیا

مرے اعمال بد تو لے چلے تھے نار کی جانب
غلام ہونا ہی ان کا ایسے آڑے وقت کام آیا

مدینہ میں پہونچ کر قلب مظطر نے اماں پائی
اگرچہ راہ میں میری حرم بھی اک مقام آیا

کہاں ایسا مقدر تھا کہ مجھ کو یاد کر لیتے
انھیں کا فیض ہے اپنے لئے بھی اب پیام آیا

بتاؤں کیا تمہیں ثاقبؔ ملا کیا نعت گوئی میں
بوقت مرگ اپنے ساقی کوثر کا جام آیا

(۳) کسی کی دعا کا اثر

کسی کی دعا کا اثر دیکھ آئے
مدینے کی شام وسحر دیکھ آئے

مدینے کے کوچے مدینے کی گلیاں
نبی کی ہر اک رہگذر دیکھ آئے

وہ طیبہ کے دشت وجبل اور صحرا
وہاں کے شجر اور حجر دیکھ آئے

وہ سرسبز گنبد پہ شبنم کے قطرے
مقدر سے باچشم تر دیکھ آئے

وہ پر نور روضہ مکیں جس کے سرور
نظر تو نہ اٹھی مگر دیکھ آئے

وہ ازواج کے گھر وہ ابواب رحمت
خوشا ہم بھی وہ بام ودر دیکھ آئے

منور وہ روضہ کی جالی کی جانب
لرزتے ہوئے اک نظر دیکھ آئے

بقیع کا وہ منظر صحابہ کا مدفن
فدا جس پہ شمس و قمر دیکھ آئے

حقیقت میں یہ میرے رب کا کرم ہے
حبیب خدا کا جو گھر دیکھ آئے

یہ انعام باری ہوا تجھ پہ ثاقبؔ
دیار شہ بحر و بر دیکھ آئے

(۴)

شہ کونین کی سنت پر جو عامل نہیں ہوتا

شہ کونین کی سنت پہ جو عامل نہیں ہوتا
وہ کچھ بھی کر رہا ہو کچھ اسے حاصل نہیں ہوتا

کرشمے لاکھ دکھلائے ولی اس کو کہے کوئی
گروہ اولیاء میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا

سفر ناقص ہی رہتا ہے کبھی منزل نہیں ملتی
نہ ہو گر رہبر کامل سفر کامل نہیں ہوتا

عمل پیہم ہو پھر اللہ کی مرضی بھی ہو حاصل
تو ایسے کام میں کوئی کبھی حائل نہیں ہوتا

جو فکر آخرت میں رات دن بے چین رہتا ہے
خدا کی یاد سے اک آن بھی غافل نہیں ہوتا

جسے عشق پیمبر ہے جسے پاس شریعت ہے
وہ احکام شریعت سے کبھی جاہل نہیں ہوتا

سمجھتا ہے خدا کو صرف جو حاجت روا اپنا
کسی کے در پہ جا کر وہ کبھی سائل نہیں ہوتا

تجلی رب کی ایسے قلب پر نازل نہیں ہوتی
رذیلہ نفس کا جس قلب سے زائل نہیں ہوتا

وہ گمراہی میں رہتا ہے ہدایت مل نہیں سکتی
طریق حق کی جانب جس کا دل مائل نہیں ہوتا

نہیں ہوتا ہے جس میں خدمت مخلوق کا جذبہ
کسی کی بھی نظر میں وہ کسی قابل نہیں ہوتا

بہت تحقیق کی ثاقبؔ ترا بس جرم یہ نکلا
خلاف شرع باتوں کا کبھی قائل نہیں ہوتا

⑤

سب کے بس کی بات نہیں!

ذکر خدا میں ہر دم رہنا سب کے بس کی بات نہیں
خواہش نفس سے بچتے رہنا سب کے بس کی بات نہیں

دین کی خاطر گھر گھر جانا طائف جا کر پتھر کھانا
پھر بھی دعائیں دیتے رہنا سب کے بس کی بات نہیں

انگلی سے اشارہ چاند کی جانب سارے انساں کرتے ہیں
انگلی سے چاند کے ٹکڑے کرنا سب کے بس کی بات نہیں

اصحاب نبی تو سب کے سب مخلوق میں سب سے افضل ہیں
صدیق کا جیسا عاشق ہونا سب کے بس کی بات نہیں

دنیا کے سلاطین دنیا بھر میں گشت لگاتے پھرتے ہیں
فاروق کا جیسا گشت لگانا سب کے بس کی بات نہیں

عثمان غنی کا ہمسر ہونا مال میں بے شک ممکن ہے
ذی نورین کا رتبہ پالینا سب کے بس کی بات نہیں

اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لے کر حیدر آگے بڑھتے ہیں
خیبر پہ قبضہ کر لینا سب کے بس کی بات نہیں

اصحاب پیمبر دین کے اوپر جانیں قربان کرتے ہیں
دین کے اوپر جان کا دینا سب کے بس کی بات نہیں

معرکہ حق و باطل تو چلتا ہی رہے گا آخر تک
حق کی حمایت کرتے رہنا سب کے بس کی بات نہیں

دشمن سے بدلہ لینے کا ہر ایک کے دل میں جذبہ ہے
دشمن کو گلے سے اپنے لگانا سب کے بس کی بات نہیں

کفر کی ایسی ظلمت میں ایمان کا بچانا ہے مشکل
اس دور میں مسلم بن کر رہنا سب کے بس کی بات نہیں

عشق نبی کا دعویٰ تو آسان بہت ہے اے ثاقبؔ
فرمان نبی پر عامل ہونا سب کے بس بات کی نہیں

(٦)

جانِ حزیں

کسی کی یاد میں بے چین ہے جانِ حزیں میری
گریباں چاک ہے اشکوں سے تر ہے آستیں میری

کوئی بھی کاش جا کر میرا حال ان سے کہہ دیتا
نہیں پہونچی ہے غم کی داستاں ان کے تئیں میری

نہ ہنستا تو کبھی زاہد میری اس خستہ حالی پر
اگر لگ جاتی تجھ کو سوزشِ قلبِ حزیں میری

یہ کل کی بات ہے رہتا تھا جو میری غلامی میں
وہ مجھ سے آج کہتا ہے کرو خالی زمیں میری

گلستاں راکھ ہو سکتا ہے جل کر سوچ لے ظالم
اثر ایسا بھی رکھتی ہے یہ آہِ آتشیں میری

سمجھتا ہے کہ کوئی مونس و ہمدم نہیں میرا
مدد ہر وقت کرتا ہے کوئی پردہ نشیں میری

مصائب میں بھی گھر کر ہے مجھے صبر و سکوں حاصل
تسلی دے رہا ہے دم بدم اک ہمنشیں میری

نہیں ہے کوئی میرے ساتھ تو غم بھی نہیں مجھ کو
خدا میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

خدا کا شکر ہے ایمان میں کچھ جان باقی ہے
کبھی غیروں کے آگے جھک نہیں سکتی جبیں میری

گدائی ان کے در کی جب سے مجھ کو ہوگئی حاصل
غلامی آ کے کرتے ہیں شہ مسند نشیں میری

قناعت کی خدا نے جب مجھے توفیق بخشی ہے
مجھے مرغوب آخر کیوں نہ ہو نان جویں میری

نہیں کوئی عمل اپنا کہ بخشش کا سہارا ہو
نظر تیرے کرم پر ہے الہ العالمین میری

بوقت مرگ لب پر ہو درود مصطفی جاری
مکمل اس طرح ہو حب ختم المرسلیں میری

مدینہ پاک سے وابستگی حاصل رہے مجھ کو
رہے میرا وہاں مسکن بنے تربت وہیں میری

تمنا ہے یہ ثاقب کی خدا پوری اسے کردے
شفاعت حشر میں کردیں شفیع المذنبیں میری

مدینہ کی جدائی

کسی مجلس میں جب نعت شہ عالم سناتے ہیں
فضائیں رقص کرتی ہیں فرشتے جھوم جاتے ہیں

شب معراج میں ختم رسل کا مرتبہ دیکھو
جہاں کوئی نہیں پہونچا وہاں تک آپ جاتے ہیں

کوئی اعجاز تو دیکھے میرے قرآن ناطق کا
لقب امی ہے لیکن علم کا دریا بہاتے ہیں

اترتے ہیں فرشتے آسماں سے پاسبانی کو
چرانے بکریاں صحرا میں جب سرکار جاتے ہیں

پلٹ آتا ہے سورج ڈوب کر حکم رسالت سے
اشارے سے اسے جب سرور عالم بلاتے ہیں

یہ ہے شان نبوت چاند ہو جاتا ہے دو ٹکڑے
شہ کون و مکاں جب ہاتھ کی انگلی ہلاتے ہیں

ابل پڑتا ہے چشمہ بن کے برتن میں جو تھا پانی
شہ دیں انگلیاں جب ہاتھ کی اس میں لگاتے ہیں

لگا لیتے ہیں ہم سرمہ سمجھ کر آنکھ میں اپنی
مدینے پاک کی جس وقت بھی ہم خاک پاتے ہیں

مرا دشمن بھی منہ کو پھیر کر آنسو بہاتا ہے
مرے ہمدم مری جب داستاں اس کو سناتے ہیں

لرز جاتا ہے گلچیں باغباں بھی سہم جاتا ہے
چمن اجڑا ہوا اپنا اسے جب ہم دکھاتے ہیں

مدینہ کی جدائی اب بہت ہی شاق ہے ثاقبؔ
نہ جانے کب تلک مولیٰ مجھے طیبہ بلاتے ہیں

(۸) حکایت دردِ دل

دواؤں سے طبیعت رو بصحت ہے نہیں میری
طبیعت مضطرب ہے اب نہیں لگتی کہیں میری

نہیں سمجھا کوئی اس درد کو یہ درد کیسا ہے؟
دواؤں سے شفا ہرگز نہیں ہرگز نہیں میری

علاج اس کا فقط یہ ہے کہ طیبہ ہو نگاہوں میں
دیارِ قدس میں اشکوں سے تر ہو آستیں میری

دیارِ پاک ہوتا اور خم ہوتی جبیں میری
وہاں کی رحمتوں سے زندگی ہوتی حسیں میری

یہ باقی زندگی ارضِ مقدس میں گذر جائے
جہاں ہیں سرورِ عالم بنے تربت وہیں میری

متاعِ دردِ دل جو مل گئی مشکل سے ملتی ہے
خدا کا فضل ہے حالت تو ایسی تھیں نہیں میری

نہ دن میں چین ملتا ہے نہ شب کو نیند آتی ہے
سکوں پاتی نہیں ہے خاطرِ اندوہگیں میری

ہوا پیدا اسی غم کے لئے راحت کا طالب ہوں
طلب کرتا ہوں ایسی شئے جو قسمت میں نہیں میری

وہ نقشہ جم گیا ہے اب تو دل میں ذات اقدس
تصور میں وہ رہتے ہیں نگاہیں ہوں کہیں میری

ہوا دیوانہ جب سے آپ کا خلوت میں رہتا ہوں
کسی سے بات کرنے کی کوئی خواہش نہیں میری

یہ دنیا دار فانی ہے فقط اک خواب ہے شب کا
جو دیکھا غور سے میں نے تو آنکھیں کھل گئیں میری

کسی لائق نہیں ثاقبؔ مگر امید رکھتا ہے
نظر بس آپ ہی پر ہے شفیع المذنبیں میری

وہ زباں کیا جس زباں پہ ذکر ربانی نہ ہو
وہ بشر کیا پیش حق خم جس کی پیشانی نہ ہو

نہ صہبا سے مجھے رغبت

نہ صہبا سے مجھے رغبت نہ ساغر یاد آتے ہیں
مجھے ہر حال میں ساقی کوثر یاد آتے ہیں

کسی مجلس میں جب ذکر رسول پاکؐ ہوتا ہے
مجھے اس وقت اصحاب پیمبر یاد آتے ہیں

مخالف جب ہمارے درپے آزار ہوتا ہے
مقدس ذات پر طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

شب ہجرت کا نقشہ جب بھی مجھ کو یاد آتا ہے
نبیؐ کے ہمسفر صدیق اکبرؓ یاد آتے ہیں

کبھی ایوان باطل میں جو ہلچل ہونے لگتی ہے
عمر فاروقؓ کے اس وقت تیور یاد آتے ہیں

وہ ذی نورین کا عثمانؓ نے پایا لقب جب سے
ہمیں اس وقت سے عثمانؓ برابر یاد آتے ہیں

ہمارے بزدلی تبدیل ہوجاتی جرأت سے
جو خیبر یاد آتا ہے جو حیدرؓ یاد آتے ہیں

خدا کی راہ میں جب بھی ہمیں کوئی ستاتا ہے
بلالؓ و یاسرؓ و سلمانؓ و بوذرؓ یاد آتے ہیں

کسی مسجد میں جا کر جب بھی سجدہ ریز ہوتا ہوں
نبیؐ کی مسجد و محراب و منبر یاد آتے ہیں

کرم سے جن کے منزل تک رسائی ہوگی ثاقبؔ
مجھے راہ ہدایت کے وہ رہبر یاد آتے ہیں

(۱۰)
خدا کی راہ میں جا کر شہید بے کفن ہوتا

خدا کے ذکر سے معمور گر مومن کا گھر ہوتا
یہی باغِ ارم ہوتا، یہی رشکِ چمن ہوتا

صحابہ کے نمونہ پر ہمارا فعل گر ہوتا
ہمارا قول پھر مشکِ ختن دُرِّ عدن ہوتا

سلف کے کارناموں پر اگر ہم کاربند ہوتے
تو پھر قربانِ امت کا اسی میں مال وتن ہوتا

خدا کے دین کی محبت اگر امت میں آجاتی
فضائیں پرسکون ہوتیں، یہ عالم پُرامن ہوتا

جہالت دور ہو جاتی، ہدایت عام ہو جاتی
صحابہ جیسی دھن ہوتی، صحابہ کا ذہن ہوتا

نہ آتے گر محمد مصطفیٰ دنیا کے گلشن میں
نہ اس گیتی میں کچھ ہوتا نہ یہ چرخِ کہن ہوتا

انہیں پر سلسلہ بس ختم ہے رشد و ہدایت کا
نہ ہوتی راہ ان کی راستہ بے شک کٹھن ہوتا

پیمبر سے محبت ظاہری اور صرف رسمی ہے
محبت واقعی ہوتی تو کیسے بد چلن ہوتا

یہ رسمیں باپ دادا کی کبھی کی ختم ہو جاتیں
رسولِ پاک کی سنت اگر اپنا چلن ہوتا

ترا ایمان بچ جاتا ترا سامان بچ جاتا
نہ ہوتا بار قرضے کا، نہ تیرا گھر رہن ہوتا

وطن میں روشنی دین متین کی عام ہو جاتی
شریکِ کار گر کوئی بھی میرا وطن ہوتا

بس اب آخری حسرت یہی باقی ہے اے ثاقب
خدا کی راہ میں جا کر شہیدِ بے کفن ہوتا

(۱۱)

تبرکاتِ ثاقب

ہے مفتی رومی کا سب یہ صدقہ کلام جو ہم سنا رہے ہیں
نہیں ہیں فرضی یہ قصے ہرگز ہم آپ بیتی سنا رہے ہیں

غلام بن کر جو جی رہے تھے امان دی تھی جنھیں ہمیں نے
صلہ وہ ہم کو یہ دے رہے ہیں غلام اپنا بنا رہے ہیں

یہ ظالموں کا ستم تو دیکھو ہمارا پھر بھی کرم تو دیکھو
ہماری آبادی کر کے ویراں وہ اپنی بستی بسا رہے ہیں

بچائی تھیں ہم نے جن کی جانیں وہ جنکے بچوں کو ہم نے پالا
وہ خوں ہمارا بہا رہے ہیں وہ زندہ بچے جلا رہے ہیں

جنھیں بنایا تھا ہم نے بھائی گلے لگایا تھا جن کو ہم نے
بنے ہیں ایسے وہ آج دشمن گلوں پہ چھریاں چلا رہے ہیں

زمیں ہماری چمن ہمارا، یہاں بہا ہے لہو ہمارا
ستم ظریفی یہ ان کی دیکھو چمن وہ اپنا بتا رہے ہیں

ہمارے دشمن ستائیں ہم کو وہ جتنا چاہیں دبائیں ہم کو
خدا نے چاہا وہ روئیں گے کل جو آج ہم کو رلا رہے ہیں

نکالنے کو وہ اپنا مطلب کبھی جو کہتے ہیں ہم کو بھائی
ہمارے گھر کے دیئے بجھا کر وہ اپنی شمعیں جلا رہے ہیں

کسی کا اس میں ہے کیا اجارہ خدا کے ہم ہیں خدا ہمارا
ستم جو ہم پر ہوئے ہیں اب تک خدا کو اپنے سنا رہے ہیں

وہ میر باقی کی تھی جو مسجد جو عہد بابر کی تھی نشانی
خدا کا وہ گھر یہ ڈھا کے ظالم انوکھا مندر بنا رہے ہیں

کلام پر درد ہے یہ کتنا سنا رہے ہیں ہمیں جو ثاقبؔ
کہ بزم ساری تو رو ہی ہے وہ خود بھی آنسو بہا رہے ہیں

خفتہ امنگیں

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

وہاں رہتا جہاں پر عالم آہ وفغاں ہوتا
وہاں بستا جہاں اشکوں سے تر اپنی جبیں ہوتی

وہ مے خانے کہ جن میں سیکڑوں مستانے رہتے تھے
وہ سب سونے پڑے ہیں ان کی آبادی نہیں ہوتی

نہ ساقی ان کا باقی ہے نہ دور جام ہے باقی
کہیں پینے بھی جاتے ہیں تو سیرابی نہیں ہوتی

غموں سے زندگی اپنی بہت دوچار رہتی ہے
کسی دن بھی نہیں خوش خاطر اندوہ گیں ہوتی

مجھے مجرم بنانے کی جو اسکیمیں بناتے ہیں
کبھی تقصیر پر اپنی نظر ان کی نہیں ہوتی

میرا بس جرم اتنا ہے کہ مومن اور مسلم ہوں
حقیقت میں جو مجرم ہیں گرفت ان کی نہیں ہوتی

معافی مانگنے کو مانگ لوں سو بار میں لیکن
کوئی تقصیر تو میری کہیں اے ہم نشیں ہوتی

وفاداری کی میری کاش ان کو قدر ہو جاتی
کبھی تو مرحبا کہتے کبھی تو آفریں ہوتی

بدوں حب نبی انسان جو دنیا میں رہتے ہیں
مکمل زندگی ان کی کسی حالت نہیں ہوتی

نبی کی راہ سے ہٹ کر جو اپنی راہ چلتے ہیں
کبھی توفیق ان کو خیر کی جانب نہیں ہوتی

پیمبر کی شریعت سے کبھی جب قوم ہٹتی ہے
خدا کی رحمت و نصرت اسے حاصل نہیں ہوتی

پہونچ سکتا نہیں وہ منزل مقصود تک ہرگز
عنایت شیخ کامل کی جسے حاصل نہیں ہوتی

قیامت میں ہے وعدہ دید کا لیکن قیامت ہے
دل مضطر کی خواہش ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

مدینہ پاک تک میری رسائی کاش ہو جاتی
بتاؤں کیا کہ میری زندگی کیسی حسیں ہوتی

زیارت کے لئے در پر مری جب حاضری ہوتی
میں سجدہ ریز ہوتا خاک آلودہ جبیں ہوتی

نظر جس وقت پڑتی روضۂ اقدس کی جالی پر
نگاہ اولیں اپنی نگاہ واپسیں ہوتی

بڑی حسرت ہے ثاقبؔ کی کہ رہتا وہ مدینہ میں
سپرد خاک جب ہوتا مدینہ کی زمیں ہوتی

لیلۃ القدر

مبارک ہو مسلمانو! مبارک رات آئی ہے
خدا کی رحمتوں اور برکتوں کو ساتھ لائی ہے

فضائل اس مبارک رات کے تم کو سناتا ہوں
خدائے پاک کا ارشاد میں تم کو سناتا ہوں

ہزاروں رات سے افضل یہ بے شک رات ہوتی ہے
فرشتوں کے اترنے کا سبب یہ رات ہوتی ہے

خدائے پاک کا اس رات میں اعلان ہوتا ہے
جو چاہے مانگ لو اس رات میں فرمان ہوتا ہے

طلب روزی جو کرتا ہے اسے وہ رزق دیتا ہے
جو چاہے مغفرت اپنی وہ اس کو بخش دیتا ہے

کوئی گر مبتلا ہو مرض میں صحت کا طالب ہو
کسی پر بار ہو گر قرض کا راحت کا طالب ہو

کوئی چاہے اگر اس کو عطا اولاد صالح ہو
بدلنا چاہتا ہے گر کوئی تقدیر طالح کو

یہ سب آئیں کھلا ان کے لئے دربار عالی ہے
مرادیں ہوں گی سب پوری یہی ارشاد باری ہے

بہت نادم ہوں یا اللہ پڑا ہوں در پہ اب یارب
خطائیں بخش دے یارب خطائیں بخش دے یارب

اٹھا اب سر کو اے ثاقبؔ تو کیوں مغموم ہوتا ہے
کہیں دربار عالی سے کوئی محروم ہوتا ہے

ماہ صیام

مبارک ہو مسلمانوں کہ پھر ماہ صیام آیا
خدا کی رحمتوں اور برکتوں کا اژدہام آیا

خدا کا شکر ہے فصل بہار جانفزا آئی
خوشا قسمت کہ پھر سے موسم صوم وقیام آیا

زمانہ آگیا کہ لطف باری عام اب ہوگا
نصیب اپنے کہ پھر سے زندگی میں یہ مقام آیا

قیامت میں یہ روزہ ڈھال ہوگا روزہ داروں کی
یہ سرمایہ بھی اپنا کیسے آڑے وقت کام آیا

ہدایت کے صحیفے سب کے سب اس ماہ میں اترے
اسی ماہ مبارک میں کلاموں کا امام آیا

اسی میں رات اک آئی ہزار راتوں سے بہتر
کہ جس میں چشمۂ رحمت سے بندوں کو سلام آیا

گذاری جس نے اپنی زندگی ساری اطاعت میں
اسی کے واسطے جنت سے دنیا ہی میں جام آیا

وہ دوبارہ زندگی آئی سکون دل ہوا حاصل
زباں پر جب محمد مصطفیٰؐ کا پیارا نام آیا

جو پہنچا حشر میں ثاقب فرشتے سب پکار اٹھے
محمدؐ کے غلاموں کے غلاموں کا غلام آیا

۱۵

جذباتِ دل

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

نشیمن اب تلک جنگل میں اپنا ہو گیا ہوتا
شریعت کی اجازت گر مجھے حاصل کہیں ہوتی

وطن میں آ کے رہنے کی میری بس ایک خواہش تھی
جہالت دور ہوتی اور کچھ حالت درست ہوتی

مگر دو سال کا عرصہ ہوا اس سعی و کوشش میں
کہ صورت کوئی ہو جائے مگر صورت نہیں ہوتی

بہت وعدے کئے لوگوں نے مجھ سے ہر جگہ لیکن
نہیں پورے کئے اب تک توقع بھی نہیں ہوتی

مسلمانوں کی بستی میں مکاتب تک نہیں قائم
مساجد اگر کہیں ہیں بھی اذاں ان میں نہیں ہوتی

نماز، روزہ، وحج وزکوۃ صدقے واجب
کوئی واقف بھی ہے ان سے تو پابندی نہیں ہوتی

مساکین ویتامی پر بہت ہی ظلم کرتے ہیں
حقوق ان کے نہیں دیتے نہ شنوائی کہیں ہوتی

دکھا سکتے ہیں نقشہ بدر و احزاب واحد والا
گذاریں زندگی گر ہم غلام مصطفی ہوکر

خدا نے جب گدائی اپنے در کی ہم کو بخشی ہے
کسی کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلائیں گدا ہوکر

ہمیں کیوں فکر راحت ہو ہمیں کیوں خوف اعداء ہو
رہیں گے ہم یہاں پر اب تو محکوم قضا ہوکر

خداوندا مرا بھی حشر ان کے ساتھ ہو جائے
یہاں سے جو گئے ہیں پیکر صدق وصفا ہوکر

عنایت کی نظر کر دے الٰہی اپنے ثاقبؔ پر
وہ آیا ہے ترے در پر ترے در کا گدا ہوکر

(۱۶)

ظلم کی حد اور اس کا علاج

کبھی اب کہہ رہے ہیں کاش آزادی نہیں ہوتی
جو ہوتا ہوتا رہتا اپنی بربادی نہیں ہوتی

زمین ہند اپنے خون سے رنگین ہے لیکن
وطن ہوتے ہوئے بھی مجھ کو آسانی نہیں ہوتی

یہ گھر میرا ہے تجھ کو صرف رہنے کی اجازت ہے
کسی کے گھر میں تو غیروں کی من مانی نہیں ہوتی

اجاڑا تو نے اے ظالم یہ سارا گلستاں میرا
نحوست تیری ایسی ہے کہ شادابی نہیں ہوتی

جو وعدہ مجھ سے کرتا تھا اگر پورا اسے کرتا
معابد کی مساجد کی یہ ویرانی نہیں ہوتی

تیری حالت نہیں بدلی تو پھر میں بھی نہ بخشوں گا
کسی بھی ملک میں ظالم کی مہمانی نہیں ہوتی

دکھاؤں گا تجھے میں زور حیدر جوش خالد بھی
امنڈ پڑتا ہے جب سیلاب پایابی نہیں ہوتی

عمل کرنا تو اے ثاقبؔ صحابہؓ کے نمونہ پر
کبھی اس راہ پر چلنے میں ناکامی نہیں ہوتی

(۱۷)

یک در گیر

جنیدؒ و شبلیؒ ہوا کرے کوئی
غزالیؒ رازی، ہوا کرے کوئی

مسیحا تو آپ ہیں میرے
خواہ کچھ بھی ہوا کرے کوئی

نہیں چھوڑوں گا آپ کا دامن
مجھے کچھ بھی کہا کرے کوئی

مرا ان کے سوا نہیں کوئی
کسی کا ملجا ہوا کرے کوئی

درد کا اب نہیں ہے کچھ درماں
لاکھ میری دوا کرے کوئی

وہی ہوتا ہے جو خدا چاہے
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

خدا ہی حاکم ہے جب کہ اے ثاقبؔ
کیوں کسی کا کہا کرے کوئی

برادرم قاضی محمد یحییٰ صاحب مقیم لندن کی واپسی پر

خدا کا شکر ہے یحییٰ یہاں تشریف لائے ہیں
بہت مدت میں آئے ہیں بڑی مشکل سے آئے ہیں

بہت مسرور ہیں ماں باپ بھائی اور بہنیں سب
خوشی کے گیت گاتے پھرتے ہیں بھانجے بھتیجے سب

وہ آئے کیا کہ رونق آ گئی پوری بستی میں
مسرت کی لہر پھر آ گئی ہے بزم ہستی میں

میرے بھائی یہاں بیٹھو میں تم سے حال تو پوچھوں
کبھی ہم یاد آتے ہیں وہاں یہ حال تو پوچھوں

یہ مانا ہم نے تم کو عیش ہے راحت سے رہتے ہو
یہاں عسرت ہی عسرت ہے وہاں وسعت سے رہتے ہو

بلندی کے منارے پر تمہارا ہے قدم بے شک
نہیں پہونچا کوئی اپنا جہاں پہنچے ہو تم بے شک

وطن کی یاد لیکن جب کبھی آتی رہی ہوگی
سکوں تو کیا ہی رہتا نیند بھی جاتی رہی ہوگی

تمہارا حال تو یہ ہے کہ ہمارا حال اب سنئے
جدائی سے تمہاری کیا ہوا ہے حال اب سنئے

تمہارے ساتھ رہنا جب بھی ہم کو یاد آتا تھا
تمہارے ساتھ چلنا جب بھی ہم کو یاد آتا تھا

تمہارا گفتگو کرنا ہمیں جب یاد آتا تھا
تمہارا جستجو کرنا ہمیں جب یاد آتا تھا

نہ پوچھو حال کیا ہوتا تھا اس دم بے قراری کا
خداوندا نہ دے صدمہ کبھی ایسی جدائی کا

تم آئے کیا کہ تن میں اپنے پھر سے جان آئی ہے
جو گل مرجھا گیا تھا پھر سے اس میں شان آئی ہے

تمہیں جب دیکھتے ہیں ہم بہت مسرور ہوتے ہیں
تمہاری بات سن سن کر بہت مخمور ہوتے ہیں

تصور اس کا جب ہوتا ہے واپس تم کو جانا ہے
نہیں باقی ہے اب مدت بہت جلدی ہی جانا ہے

نہیں تھمتے ہیں آنسو دل میرا دیوانہ ہوتا ہے
نہیں رہتی ہے جب بلبل چمن ویرانہ ہوتا ہے

جدا ہوتے ہیں ثاقبؔ سے خدا حافظ خدا حافظ
تمہارا بھی خدا حافظ ہمارا بھی خدا حافظ

حضرت مولانا امین الدینؒ کے انتقال پر

سارا عالم تیرا ؤ تنگی کا مرکز ہوگیا
کیوں نہ ہو ایک اہل دل دنیا سے رخصت ہوگیا

باعث صد فخر ملت باعث اعزاز قوم
باعث رشد وہدی دنیا سے رخصت ہوگیا

عاشق اللہ تھا وشیدائے رسول اللہ تھا
عاشق دین متین دنیا سے رخصت ہوگیا

صرف ساری زندگی قرآں کی خدمت میں کی
اک خیر جاری چھوڑ کے دنیا سے رخصت ہوگیا

وقف کر کے جائیداد اپنی خدا کی راہ میں
واقف اسرار دیں دنیا سے رخصت ہوگیا

دین کی خاطر وطن سے بے وطن رہتا تھا وہ
دوسروں کے دیس میں دنیا سے رخصت ہوگیا

محرم اسرار دیں تھا آہ وہ امین دیں
دین کا جذبہ لئے دنیا سے رخصت ہوگیا

دی خبر جب موت کی ایک قاصد ذیشان نے
پڑھ کے انا للہ وہ دنیا سے رخصت ہوگیا

مرتے دم بھی ذکر میں مشغول اور مشغوف تھا
ذکر کرتے کرتے وہ دنیا سے رخصت ہوگیا

یا الٰہی کر عنایت اس کو تو دار نعیم
کیونکہ تیرے شوق میں دنیا سے رخصت ہوگیا

بس قلم کو روک ثاقبؔ پھٹا جاتا ہے دل
جو بھی آیا ایک دن دنیا سے رخصت ہوگیا

(۲۰)

مرثیہ برائے بیٹی

بہت ہی شوق سے پالا تھا ہم نے اپنی بیٹی کو
بڑے ہی ناز سے رکھا تھا ہم نے اپنی بیٹی کو

کبھی ہم گود میں لیتے کبھی سینے لگاتے تھے
کبھی ہم ساتھ میں کھانا کھلاتے اپنی بیٹی کو

کسی بھی وقت ماں نے گر اسے جھنجلا کے مارا ہے
اسی وقت دوڑ کر ہم پیار کرتے اپنی بیٹی کو

خبر کیا تھی ہمیں کہ ایک دن ایسا بھی دیکھیں گے
سپرد خاک خود ہم ہی کریں گے اپنی بیٹی کو

ہوئی دو سال کی پوری تو پہنچا حکم ربی یوں
حوالے اب کرو میرے یہاں سے اپنی بیٹی کو

محرم کا مہینہ ختم تھا اور سن تھا شروع ستر
کیا جس وقت رخصت اس جہاں سے اپنی بیٹی کو

وہ صحرا جس میں ہم نے سیکروں موتی چھپائے تھے
اسی جنگل میں جا کر پھر چھپایا اپنی بیٹی کو

نہ خلوت ہی میں جی لگتا ہے نہ دل لگتا ہے جلوت میں
بہت دن ہو گئے دیکھا نہیں ہے اپنی بیٹی کو

نہ دن کو چین آتا ہے نہ شب ہی اچھی کٹتی ہے
کسی لمحے نہیں ہم بھولتے ہیں اپنی بیٹی کو

الٰہی صبر کی توفیق دے تو اپنے ثاقب کو
کہ اس انعام سے وہ بھول جائے اپنی بیٹی کو

حبیب احمد، نجیب احمد، حسیب احمد میرے بیٹے
رہیں یہ سرخرو تینوں، رہے عزووقار ان کا

پڑھیں یہ علم دیں تینوں عمل سے بھی مزین ہوں
رضاء جوئی تیری مولا رہے دائم شعار ان کا

سخاوت اور شجاعت صبر و ہمت کر عطا ان کو
طہارت و تقویٰ میں رہے عالی مقام ان کا

زمانے میں اگر باد مخالف کے چلیں جھونکے
نہ مرجھائے میرے مولا کبھی باغ بہاران کا

گذاریں رات یہ تیری عبادت اور طاعت میں
اشاعت دیں میں گذرا کرے لیل و نہار ان کا

نہ دکھ دیں یہ کسی کو اور نہ پہنچائے کوئی ان کو
بڑے سکھ چین سے قائم رہے باہم جوار ان کا

ملک کی عظیم دینی درسگاہ

جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یوپی
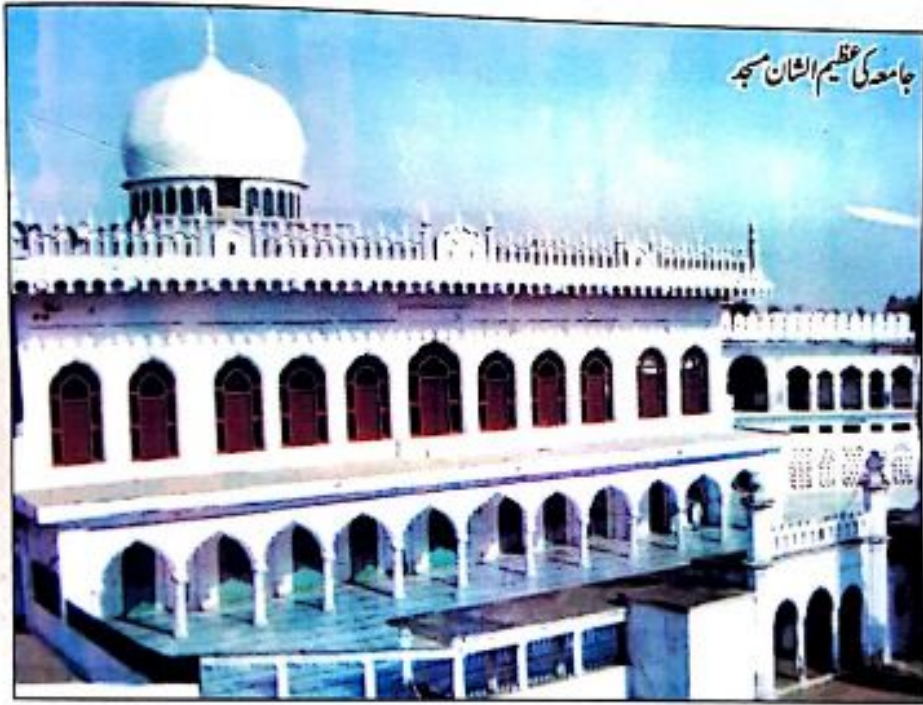
بحسنِ تعاون

جناب الحاج محمد حنیف صاحب زید مجدہٗ

برائے ایصالِ ثواب

والد ماجد جناب حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ مدوری ضلع ورنگل